مرکز احیاء الفکر الاسلامی کا دینی، دعوتی، علمی، ادبی، تحقیقی، فکری اور اصلاحی ترجمان

ماھنامہ

نقوش اسلام

Issue.No. 8	نومبر ۲۰۰۸ء (November,2008) ذی قعدہ ۱۴۲۹ھ	VOL.No.3

زیر سرپرستی

- مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
- ولی مرتاض حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسارپوری
- عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوری

مجلس مشاورت

- مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی
- مولانا محمد عامر صدیقی ندوی
- مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی
- مولانا محمد احمد صالح جی
- مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی
- مولانا حافظ قاری محمد ایوب
- الحاج موسیٰ بھائی درسوت
- مولانا محمد اختر قاسمی

مجلس ادارت

- مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی
- مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری
- مولانا حمید اللہ قاسمی کبیر نگری

چیف ایڈیٹر: محمد مسعود عزیزی ندوی

مدیر انتظامی: حافظ عبدالستار عزیزی

مدیر معاون: ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

NUQOOSH-E-ISLAM
MUZAFFARABAD.SAHARANPUR.**247129**
(U.P)INDIA.Ph.0132.2775452.Cell.09719831058

ماہنامہ ''نقوش اسلام''، مظفرآباد، سہارنپور 247129 (یوپی) انڈیا

شرح خریداری

ہندوستان کے لیے
فی شمارہ .... ۱۰؍روپے
سالانہ .... ۱۰۰؍روپے
خصوصی .... ۳۰۰۰؍روپے
ایشیائی، یورپی افریقی وامریکی ممالک کے لیے ۲۰ڈالر

PRINTER, PUBLISHER AND OWNER MOHD.MASOOD AZIZI NADVI
PRINTED BY UNION PRINTING PRESS DEOBAND SAHARANPUR PUBLISHED AT
VILL& P.O.MUZAFFARABAD DISTT.SAHARANPUR (U.P) EDITOR:MOHD.MASOOD AZIZI NADVI

اس شمارے میں

عناوین	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ		۳
حسرت توان غنچوں پہ ہے	محمد مسعود عزیزی ندوی	
وصایا		۵
وصایا مفکر اسلام	مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی	
ترغیب وترهیب		۸
استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے	سید اطہر چیف کمرشل انسپکٹر مہاراشٹر	
انذار		۱۰
عذاب الٰہی سے ڈرنے کی ضرورت!	مولانا اسرار الحق قاسمی نئی دہلی	
سفرنامہ		۱۴
ایک مبارک سفر	ڈاکٹر سید محمود قادری بیجاپوری	
مسائل وفقہ		۲۱
امامت کے مسائل اور احکام	محمد مسعود عزیزی ندوی	
سیرت نبویؐ		۲۴
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا	مولانا مفتی رحمت اللہ نیپالی ندوی	
شعائر اسلام		۲۶
قربانی ایک اہم عبادت اور	حمید اللہ قاسمی کبیر نگری	
خوشخبری		۲۸
۴۵ جلدوں پر مشتمل فقہی انسائیکلوپیڈیا	اسلامی فقہ اکیڈمی حیدرآباد	
حقائق		۳۱
خشونت سنگھ کے اعتراضات کے جواب	محترمہ صفیہ اقبال صاحبہ	
نصائح خواتین		۳۶
مسلمان بہنوں سے دردمندانہ خطاب	مولانا غیاث احمد رشادی	
جودو سخاوت		۳۸
سخاوت کی دبی ہوئی چنگاری	مولانا قاری منصور احمد	
سیرت وسوانح		۳۹
حافظ جمیل احمد ایک خوش طبع انسان	الحاج منشی عبد الغفور صاحب	
تجزیہ		۴۱
حضرت لقمان یا حکیم لقمان	مولانا محمد عمر صاحب قاسمی	
تبصرے		۴۶
	مولانا رحمت اللہ نیپالی ندوی	
خبریں		۴۸
عالمی خبریں	حافظ عبد الستار عزیزی	

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے لئے شرح اشتہار

ٹائٹل صفحہ آخر رنگین	(فل سائز)	۳۰۰۰
״ ״ اول اندرونی	״ ״	۲۵۰۰
״ ״ آخر اندرونی	״ ״	۲۰۰۰
صفحہ اندرونی	(فل سائز)	۱۰۰۰
آدھا صفحہ اندرونی		۶۰۰
¼ صفحہ ״		۴۰۰

○ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ اسی رسالہ کے ساتھ آپ کی سالانہ مدت خریداری پوری ہورہی ہے، لہٰذا آئندہ کے لیے جلد ہی زرتعاون مبلغ ۱۰۰؍ روپئے ارسال فرمائیں، تاکہ رسالہ کو جاری رکھا جاسکے۔ (ادارہ)

نوٹ: مقالہ نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں، ہر قسم کی چارہ جوئی کا حق صرف عدالت سہارنپور کو ہی ہوگا۔

پرنٹر پبلیشر: محمد مسعود عزیزی ندوی نے یونین آفسٹ پریس دیوبند میں طبع کراکے دفتر ماہنامہ نقوش اسلام مظفرآباد سے شائع کیا

E.mail:masood_azizinadwi@yahoo.co.in -------- nuqooshe_islam@yahoo.co.in

کمپوزنگ اینڈ ڈیزائننگ: عزیزی کمپیوٹر سنیٹر، مرکز احیاء الفکر اسلامی مظفرآباد سہارنپور (یوپی)

تاثرات

حسرت تو ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

محمد مسعود عزیزی ندوی

خالق کائنات کے علاوہ ہر چیز کو فنا ہونا ہے، یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا، مگر عمر طبعی سے قبل کسی انسان کا اس دار فانی کو چھوڑ نا پسماندگان کے لیے باعث حیرت وافسوس ہوتا ہے، ورنہ تو فرمان خداوندی "کل نفس ذائقة الموت" کہ ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اس پر سب کو عین الیقین حاصل ہے، اور یہ بھی معلوم ہے کہ یہاں جو آیا ہے وہ جانے ہی کے لیے آیا اور ہر انسان کو ایک نہ ایک دن اپنے خالق و مالک کے حضور حاضر ہونا ہے، اس کے باوجود جانے والے پر اس کے اہل خانہ واہل تعلق کا غمگین ہونا ایک فطری عمل ہے، چہ جائیکہ ایک ایسی کلی کا جو ابھی مکمل طور پر کھلنے بھی نہ پائی تھی، اوراس پھول وغنچے کا جو اپنی معصومیت اور بے چارگی کے دن پورے بھی نہ کر پائے، اس کا اس دنیا چلے جانا اگر چہ خود اس کے لیے باعث خیر ہے کہ وہ جنت کی روح ہے، معصوم و بے گناہ ہے اور ماں باپ کے لیے بھی ذخیرہ آخرت ہے، پھر بھی والدین کے گہوارے سے ایک معصوم بچے یا بچی کا یک لخت خدا کے یہاں چلے جانا قیامت سے کم نہیں ہوتا، جس کی تکلیف کا اندازہ تو والدین ہی لگا سکتے ہیں، مگر چونکہ اللہ تعالی نے اس کا ایک وقت متعین کر رکھا ہے، جان تو اللہ تعالی کی امانت ہے اور وہ امین سے اپنی امانت کو جب چاہے واپس لے لے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "اللہ ہی کا ہے جو اس نے دیا اور اللہ ہی کا ہے جو اس نے لیا اور ہر چیز کا ایک وقت متعین ہے" اور جب وہ وقت آ جاتا ہے ایک لمحے کی تقدیم وتاخیر نہیں ہوسکتی۔

••••——————••••

راقم سطور کی عزیز بھتیجی عائشہ عزیزی برادر محترم ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی کی تیسری بیٹی تھی جو غالباً نومبر ۲۰۰۰ء کو پیدا ہوئی تھی، وہ ۳؍نومبر ۲۰۰۸ء بروز پیر کو تقریباً ۲؍بجے دن میں اپنے پیدا کرنے والے مالک حقیقی کے پاس چلی گئی، وہ آٹھ سال کی تھی، گزشتہ سال ۱۴۲۸ھ کے رمضان میں عید الفطر سے ایک روز قبل بیمار ہوگئی تھی، دورہ کی شکل میں اس کو بیماری لاحق ہوئی، سال بھر اس کا علاج چلا، ڈاکٹروں کی سمجھ میں کچھ نہ آیا وہ دورہ کا مرض سمجھتے رہے اور مرض دن بدن بڑھتا اور جڑ پکڑتا رہا بالآخر رمضان سے قبل معلوم ہوا کہ اس کے سر میں ٹیومر ہے، جس کا ظہور بھی شروع ہوگیا تھا، اس طرح اس کی بینائی بھی زائل ہوتی نظر آئی، اور رمضان سے قبل ہی تقریباً اس کی نگاہ ختم ہوگئی تھی، اور ٹیومر بڑھنا شروع ہوگیا تھا، رمضان میں ایک معالج نے اس کو چیرا بھی دیا، جس کی تکلیف معصومہ نے برداشت کی، وہ ٹیومر گویا کہ کینسر کا تھا، اس لیے ڈاکٹروں نے علاج سے انکار کردیا تھا اور وہ ایک ناسور کی شکل اختیار کر گیا تھا، اس طرح اب وہ دو تین ماہ گویا موت وحیات کی کشمکش میں رہی، عصر کے بعد راقم اپنی والدہ کی خدمت

میں حاضر ہوتا تو اس بچی کو پکارتا عائشہ! تو وہ برجستگی سے جواب دیتی جی! اور پھر معلوم کرتا کیسی ہے طبیعت وہ کہتی بس ایسی ہی، حسب معمول ۲؍نومبر کو جب عصر کے بعد پہنچا تو آواز لگائی تو کوئی جواب نہیں ملا، خیر راقم مغرب بعد اپنی قیام گاہ پر آ گیا، بس اسی وقت سے تکلیف میں اضافہ ہوتا گیا، بیچاری رات بھر نزع کی کیفیت میں پریشان رہی، یہاں تک کہ ظہر کے وقت وہ اللہ کو پیاری ہوگئی اور یہ معصوم کلی صرف آٹھ سال کی عمر میں بن کھلے ہی مرجھا گئی اور یہ پھول اپنی داد لطافت کو پا نہ سکا۔

یہ پھول اپنی داد لطافت کو پا نہ سکا
کھلا ضرور مگر کھل کے مسکرا نہ سکا

اسی دن عصر کی نماز کے بعد مولانا ریاض احمد صاحب مظاہری (استاذ مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور) نے نماز جنازہ پڑھائی، اور ہمیشہ ہمیش کے لیے اس کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

••••———————••••

اس بچی میں کچھ خصوصیات تھیں، اور وہ شاید اسی لیے تھیں کہ وہ بہت جلد اللہ تعالی کی بارگاہ میں بھی چلی جائے گی، راقم سطور کو اس سے دلی لگاؤ اور محبت تھی، ایک تو اس کی معصومیت کی بنا پر، دوسرے اس کی سعادت و نیک بختی پر اور خدمت گزاری کی صفت پر، تیسرے یہ کہ وہ ''جامعہ فاطمۃ الزہراللبنات'' میں پڑھنے بھی آتی تھی اور نورانی قاعدہ پڑھ رہی تھی، اس کو بعض دعائیں اور کچھ سورتیں، نظمیں بھی یاد تھیں جن کو وہ اپنی بیماری کے زمانے میں لطف لے کر دہراتی رہتی تھی، وہ گھر پر ضروری کام کرتی تھی اور گھر سے مدرسۃ البنات میں اور یہاں سے گھر دن میں کئی چکر لگاتی تھی اور اپنے چھوٹے بہن بھائی کو اور راقم کے چھوٹے بچوں کو ساتھ لے کر دوکان پر بھی جاتی تھی اور ان کو کھلاتی تھی، راقم عصر بعد جب والدہ سے ملنے گھر جاتا، تو وہ سراپا خدمت کے لیے تیار ہوجاتی، راقم کو پنکھا کرتی، پیر دباتی، اور میرے پاس کھڑی رہتی، اور جب میں مغرب بعد اپنی قیام گاہ کے لیے چلتا وہ کہتی چچا یہیں رہو، اس کی یہ ادائیں جب یاد آتی ہیں تو بے ساختہ آنسو نکل جاتے ہیں، اس کی بیماری اور تکلیف کا احساس ہوتا ہے تو رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، اور اللہ تعالی کی بے نیازی کا یقین ہونے لگتا ہے، پیاری عائشہ اپنی دادی کے پاس لیٹتی، ان کو آرام پہنچاتی اور ان کی خدمت کرتی، سب سے ادب کے ساتھ بولتی، عام بچوں کی طرح کوئی لغو کام اور بے ہودہ کلام نہ کرتی، اللہ سے اپنی شفایابی کے لیے ہمیشہ دعا کرتی اور جو اس کے یاد آتا اس کو آواز سے پڑھ کر سناتی۔

••••———————••••

عائشہ ایک پیاری اور معصوم بچی تھی جس کی وجہ سے اس سے قلبی لگاؤ و تعلق تھا، اس لیے یہ چند سطور اس کی یاد میں لکھ کر غم کو کچھ ہلکا کیا جارہا ہے، اگر وہ دنیا میں رہتی تو کیا کرتی یہ تو بس اللہ ہی کو معلوم ہے، مگر اس تحریر کے ذریعہ اس کو یاد کیا جارہا ہے اور تمام قارئین سے درخواست کی جارہی ہے کہ وہ دعا فرمائیں اللہ تعالی اس بچی کو والدین واقارب کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اس کا نعم البدل عطا فرمائے۔

وصایا

وصایا مفکر اسلامؒ

مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی استاذ مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور رائے بریلی

عام مسلمانوں کو وصیتیں:

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے عام مسلمانوں کو یہ وصیتیں متعدد موقعوں پر فرمائی ہیں، عقیدۂ توحید پر مضبوطی کے ساتھ جمنے کی ان کی عمومی وخصوصی طور پر سبھی کو وصیت رہی، اس کے ساتھ وہ امت محمدی کے ایک فرد ہونے کی ناطے ہر ایک مسلمان کو یہ احساس دلاتے تھے کہ ایمان کی مضبوطی کے ساتھ داعیانہ کردار بھی رہے اور جب وہ ۶۰-۱۹۶۱ء میں ملک برما تشریف لے گئے تو مسلمانان برما کو توجہ دلائی کہ مسلمانوں کی حفاظت کا واحد ذریعہ دین کے لیے جدوجہد ہے، اور یہ وصیت کی کہ شرک سے نفرت اور کفر سے وحشت سبھی کے دل میں بٹھاؤ! اور فرمایا کہ ایسا کرو کہ ارتداد اس کی طرف رخ بھی نہ کرسکے، جیسے کہ وہ کسی لوہے کے قلعے میں محفوظ ہوجائے، اس طرح اسے محفوظ کردو، اور فرمایا کہ ہدایت وتبلیغ کیلئے پھیل جاؤ، اور اس کے لیے آپس کے سارے اختلافات ختم کردو، اور فرمایا کہ تمام مسلمانوں میں توحید اور اسلام کی تہذیب پھیلاؤ، ہر جگہ جاکر مسلمان کو پختہ کرو اور غیر مسلم کو نرم کرو! فرمایا ''آج مسلمان موم ہورہا ہے، موم کی ناک کی طرح ہر طرف مڑنے اور جھکنے کے لیے ہمہ وقت تیار ہے، اس کو تو بنادو فولاد اور غیر مسلم جس کا دل لوہا اور پتھر کی طرح ہورہا ہے اس کو کردو نرم، بس اگر یہ دو کام کرلو کہ مسلمان ہوجائے فولاد اور غیر مسلم ہوجائے موم، اور جب وہ اسلام قبول کرلے اس کو بھی فولاد بنادو''۔ (تحفہ برما صفحہ ۱۳۰)

دعوتی کاموں میں نیت ومقصد کے تعلق سے کہا کہ مقصد حکومت نہ ہو ہدایت ہو، اور پھر اسی سفر میں نمبروار کچھ نصیحتیں اور وصیتیں فرمائیں سب کے کرنے کا کام بتاتے ہوئے کہا کہ تاجروں کے لیے، غلاموں کے لیے، اہل وعیال خانگی زندگی رکھنے والوں کے لیے، مشغول انسانوں کے لیے سب سے اہم چیز اور سب سے ضروری کام اور ہر ایک کے کرنے کی بات تو یہ ہے کہ اپنا عقیدہ درست کریں کسی وقت بھی اس کو معمولی کام نہ سمجھیں، چند منٹ تھوڑا وقت نکال کر تنہائی میں مسجد کے کسی کونہ میں بیٹھ کر یا کہیں اور دور جاکر جہاں یکسوئی مل سکے جاکر ذرا غور کیجئے کہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کے معنی کیا ہیں؟ اور اس اقرار سے ہم پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے، ایمان کو تازہ کرتے رہنا چاہئے، صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیسے تازہ کیا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لا الہ الا اللہ'' کی کثرت کرتے رہا کرو، اسی کے ضمن میں توحید کو سمجھنے کی کوشش کریں اس لیے کہ سارا دارومدار توحید پر ہے، توحید کے معنی ہیں کہ اس کائنات میں کسی کو بھی یہ نہ سمجھیں کہ اس کا بھی کوئی عمل دخل ہے کوئی اور بھی اس کو چلا سکتا ہے، کوئی اور بھی اس میں مداخلت کرسکتا ہے، کسی کے پاس کوئی شعبہ ہے جس کا وہ انچارج ہو دماغ سے بالکل اس بات کو نکال دیں اور یہ سمجھیں کہ "الالہ الخلق والأمر" اسی کا کام ہے دنیا کو پیدا کرنا، اسی کا کام ہے حکم دینا اور نظام چلانا۔

۲- دوسری بات یہ ہے کہ اپنے اپنے گناہوں سے ہر ایک توبہ کرے، توبہ فرض ہے، توبہ کے بارے میں بڑی غلط فہمی ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ الگ سے کوئی ذکر ہے، عبادت ہے جیسے درود شریف پڑھ لیا،

استغفار پڑھ لیا، ایک ایک گناہ کا خیال کرکے اس سے توبہ کیجئے ورنہ اجمالی طور پر یوں کہئے کہ اے اللہ! جتنے گناہ مجھ سے اب تک ہوئے ہیں ان سے توبہ کرتا ہوں ان کو مستحضر کرکے دل سے توبہ کیجئے اور عزم کیجئے کہ آئندہ یہ گناہ نہیں ہوں گے، توبہ فرض ہے توبہ سے پہلے مرجانا بڑے خطرے کی بات ہے، توبہ سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، مگر یہ اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ گناہ کا بار بار ہوجانا بڑی خطرناک بات ہے۔

۳- تیسری بات یہ ہے کہ نیتیں درست کیجئے، اخلاص پیدا کیجئے، جو کام بھی آپ کررہے ہیں رضائے الٰہی کے لیے بنائیے، اگر تجارت کررہے ہیں تو کل سے آپ اس نیت کے ساتھ بیٹھئے کہ اس میں اللہ کی رضا ہے، نیت کی درستگی کے بعد ثواب ملنا شروع ہوجائے گا، تجارت ایک ذریعہ معاش تھا اس سے تجارت عبادت بن جائے گی، نیت بڑی اہم چیز ہے اس سے ایک ضرورت ثواب کا کام اور عبادت کا کام بن جاتا ہے۔

۴- چوتھی بات یہ ہے کہ آپ جس مشغلہ میں ہیں جونسا کام آپ کررہے ہیں اس سے جو احکام متعلق ہیں ان کو معلوم کیجئے کہ ان کا معلوم کرنا فرض ہے، اگر تجارت کررہے ہیں تو حرام کیا ہے معلوم کرکے اس کو چھوڑیئے یہ ضروری نہیں کہ جتنے حرام طریقے ہوسکتے ہیں سبھی کی معلومات آپ حاصل کریں لیکن جس میں خطرہ اور اندیشہ ہے حرام میں مبتلا ہوجانے کا ان سے بچئے اور ہوشیار ہوجایئے کہ اب یہ حرام کام نہیں کرنا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اپنے اپنے پیشے اور کام سے متعلق شریعت کے احکام معلوم کرکے اس کے مطابق چلئے۔

۵- پانچویں چیز یہ ہے کہ جو وقت آپ کا تجارت میں گزر رہا ہے اس کے بیچ بیچ میں اللہ کی طرف خود متوجہ ہوجایا کیجئے، جماعتوں کی پابندی کیجئے، مسجدوں میں جانے کی کوشش کیجئے، اگر نہیں جاسکتے کوئی عذر ہے تو دوکان پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھئے، غفلت کو فی الجملہ دور کیجئے، دین کی غفلت بری چیز ہے، بیچ بیچ میں سبحان اللہ، سبحان اللہ، لاحول ولاقوۃ الا باللہ، الحمدللہ الحمدللہ، استغفر اللہ استغفر اللہ، اللہ اکبر پڑھ لیا کیجئے، تھوڑی تھوڑی دیر سے ضرور کہا کیجئے انشاء اللہ ذاکرین میں لکھے جائیں گے۔

۶- چھٹی چیز یہ ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے موت کو کسی وقت یاد کرلیا کیجئے اگر یہ نہ ہوسکے تو روز آنہ سوتے وقت یا کسی وقت کہ آخر ایک دن مرنا ہے اور وہ دن کب آجائے کچھ پتہ نہیں، یہاں جو کچھ ہے سب یوں ہی پڑا رہ جائے گا۔

بہترین علاج اور بہترین تصوف یہ ہے کہ موت کا کسی وقت دھیان کرلیا کیجئے، انشاء اللہ ہوس ''ہل من مزید'' کا مرض نہیں پیدا ہوگا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علاج بتایا ہے کہ "اکثروا ذکر ھاذم اللذات" کہ مردوں کو کرکرا کرنے والی چیز کو کثرت سے تذکرہ کیا کرو، یعنی موت کا تذکرہ۔

۷- ساتویں چیز صحبت ہے صحبت تلاش کیجئے وہ صحبت چاہے ہفتہ وار ہو یا ماہوار ہو، چاہے سال میں کچھ وقت اس کے لیے لگایئے، میں کہتا ہوں کہ اگر اس کے لیے کوہ قاف پر جانا پڑے تو کوہ قاف پر جایئے، کسی شہر میں جانے کی ضرورت ہو کسی محلّہ میں جانے کی ضرورت ہو جایئے، اہل اللہ کے ساتھ ایک ساعت گزارنا صد سالہ بے ریا طاعت وعبادت سے بہتر ہے، یہ بات کوئی غلط نہیں ہے یوں ہی نہیں کہی گئی۔

مخلص باعمل خوف خدا رکھنے والے احباب کے پاس بیٹھا کیجئے آدمی کو اپنے عیب خود نظر نہیں آتے، انسان کے قلب کا قلب پر اثر پڑتا ہے۔

آخری بات! صحبت کو اور زیادہ مؤثر طاقتور بنانے کا پورا نظام سامنے آگیا ہے یہ بھی صحبت ہی ہے اور بعض وقت تو اس میں ایک انقلابی صحبت سے زیادہ طاقت ہے، اس لیے مہینہ دو مہینہ چار مہینہ میں جو نظام آپ بنا سکیں بنائے، چلہ دس دن، ہفتہ لگائیں، اگر وقت نہ ملے تو تین دن، اور آخری بات یہ ہے کہ ۲۴/ گھنٹے کسی تبلیغی جماعت کے ساتھ جاکر مسجد میں وقت گزاریں اپنے ماحول سے نکل کر اور ہر طرف سے یکسو ہوکر دور جاکر کچھ وقت گزاریں، تاکہ آپ کے اندر دین کی

عظمت پیدا ہواور ان لوگوں کو دیکھ کر کچھ غیرت پیدا ہو اور آپ کو اپنی کمی کا احساس ہو اور اللہ کی طرف متوجہ ہونے کی طاقت اور ملکہ پیدا ہو، یہ قدرتی بات ہے کہ جب آدمی اپنے ماحول سے دور ہو جاتا ہے تو اثر جذب کرنے کی صلاحیت اس میں پیدا ہو جاتی ہے اور اس کو بار بار ٹھوکر لگتی ہے کہ زندگی بڑی غلط گزر رہی تھی، لیکن اب اس طرح گزرنی چاہئے اور اللہ کے مخلص بندوں کو دیکھ کر اور جذبہ پیدا ہوتا ہے، یہ جو باتیں کہی گئی ہیں میں نہیں کہتا کہ یہ نظام ولایت ہے لیکن یہ ضرور کہتا ہوں کہ کوئی شخص پورے خلوص کے ساتھ اور پابندی کے ساتھ اس پر عمل کرے گا تو کچھ بعید نہیں ان میں سے عمل کرنے والوں میں سے بہت سے اللہ کے مقبول بندے بن جائیں اللہ کے لیے کچھ مشکل نہیں۔ (ملخص از تحفہ برما)

مروجہ لباس کی خرابی

آج کل ایسے کپڑوں کا رواج ہو گیا ہے کہ کپڑوں کے اندر سے نظر پار ہو جاتی ہے، بہت سے مرد اور عورتوں کو دیکھا گیا ہے کہ ایسے کپڑوں کے شلوار بنا کر پہن لیتے ہیں جن میں پوری ٹانگ نظر آتی ہے، ایسے کپڑے کا پہننا نہ پہننا برابر ہے اور اس سے نماز بھی نہیں ہوتی، عموماً عورتیں باریک دوپٹے اوڑھتی ہیں، جو چھوٹے سے عرض کے ہوتے ہیں، اول تو یہ دوپٹے پورے سر پر نہیں آتے اور اگر ان سے سر کو ڈھانپ بھی لیا، تو پردہ کا مقصد پورا نہیں ہوتا اور ان کو اوڑھ کر نماز بھی نہیں ہوتی، جب حکم قرآنی " ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن " نازل ہوا تو صحابی عورتوں نے موٹی سے موٹی چادریں کاٹ کر دوپٹے بنا لیئے؛ لیکن آج کل کی عورتوں کو گرمی کھائے جاتی ہے اور غلط رواج کی وبا ایسی پھیلی ہوئی ہے کہ جو عورتیں اپنے کو دیندار سمجھتی ہیں وہ بھی باریک دوپٹہ چھوڑنے کو تیار نہیں، پھر ایسے ہی دوپٹے سے نمازیں پڑھ لیتی ہیں، حج کو روانہ ہوتی ہیں، تو برقع جہاز میں اتار کر رکھ دیتی ہیں اور اسی باریک دوپٹہ سے جہاز میں، بازاروں میں اور حرم شریف میں گھومتی پھرتی ہیں اور سینکڑوں مردوں کی بھیڑ میں بال چمکاتی ہوئی، منھ دکھاتی ہوئی، بڑی چادر لیے بغیر اور برقع اوڑھے بغیر گھسی چلی جاتی ہیں، جیسے یہ سب لوگ ان کے باپ بھائی ہیں، پہلے تو یہی رونا تھا کہ عورتیں جیٹھ، دیور اور ماموں زاد، پھوپھی اور چچازاد لڑکوں کے سامنے چہرہ کھولے آجاتی تھیں، جو شرعاً گناہ ہے، مگر اب چہرہ چھوڑ بارک کپڑے پہن کر اوپر کا پورا یا آدھا بدن سب کے سامنے کھولے پھرتی ہیں اور برقع میں نقاب ایسا اختیار کر لیا ہے، جو خوب باریک جالی کا ہوتا ہے اور پورا چہرہ راستہ کے چلنے والوں کو نظر آتا ہے، یہ سب باتیں شرعاً سخت گناہ ہیں۔ (تحفہ خواتین ۶۶۷)

عورت کی نماز درست ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ اس کے چہرے اور گٹوں تک دونوں ہاتھ اور دونوں قدموں کے علاوہ پورا جسم ڈھکا ہوا ہو، مگر حقیقت یہ ہے کہ اکثر عورتوں کی نماز اس لیے نہیں ہوتی کہ سر پر ایک ایسا باریک دوپٹہ ہوتا ہے جس سے بال نظر آتے ہیں اور بعض عورتوں کی نماز اس لیے نہیں ہوتی کہ باہنیں (بازو) کھلی ہوتی ہیں یا اگر ڈھاکی ہوئی ہیں تو اسی بارک دوپٹہ سے ڈھانک لیتی ہیں جس سے سب کچھ نظر آتا ہے، بعض عورتیں ساڑی باندھتی ہیں اور بلاوزا اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ ناف پر ختم ہو جاتا ہے، اور آدھا پیٹ نظر آتا ہے، اس سے نماز نہیں ہوتی، اس کو خوب سمجھ لیں اور دنیا کے رواج کو نہ دیکھیں، شریعت کو دیکھیں، دنیا میں تھوڑی سی گرمی کی تکلیف ہو ہی گئی، اور فیشن والیوں نے کچھ کہہ ہی دیا تو اس سے کیا ہوتا ہے، جنت کے عمدہ کپڑے تو نصیب ہوں گے، جہاں سب کچھ نفس کی خواہش کے مطابق ہوگا۔

(اسلام میں پردہ کے اہمیت، مؤلفہ سارہ عزیزی)

ترغیب وترہیب

استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے پر سخت انتباہ

سید اطہر چیف کمرشل انسپکٹر اورنگ آبادی، مہاراشٹر

حج اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے، ہم مسلمانوں کو اس کی زبردست اہمیت اور فضیلت سے واقف رہنا ضروری ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے نور نظر حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کے دست مبارک سے جب بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ سبحانہ تعالی نے آپ کو حکم دیا''اور لوگوں کو حج کے لیے اذن عام دو تا کہ وہ تمہارے پاس ہر دور دراز جگہوں سے پیدل اور اونٹنیوں پر سوار ہو کر آئیں'' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا ''اے میرے رب! میری آواز انسانوں تک نہیں پہنچ سکتی'' باری تعالی نے ارشاد فرمایا ''پکارنا تمہارا کام ہے پہنچانا ہمارا کام'' تب خلیل اللہ نے پکارا ''اے لوگو! تحقیق کہ تمہارے رب نے تمہارے لیے ایک گھر بنوایا اور تم پر اس کا حج فرض کیا، پس اللہ کے حکم کی تعمیل کرو''۔

احادیث سے ثابت ہے کہ جن لوگوں نے یا عالم ارواح میں لوگوں کی روحوں نے ندائے ابراہیمی کے جواب میں لبیک کہا ان کی قسمت میں حج کی سعادت دی گئی۔

سورہ آل عمران کی آیات نمبر ۹۶/اور نمبر ۹۷/کا ترجمہ ہے ''یقیناً وہ مکان جو سب سے پہلے لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا وہ مکان ہے جو مکہ میں ہے (یعنی خانۂ کعبہ) جس کی حالت یہ ہے کہ وہ برکت والا ہے، اور جہاں بھر کے لوگوں کا رہنما ہے، اس میں کھلی نشانیاں ہیں (منجملہ ان کے) ایک مقام ابراہیم ہے، جو شخص اس میں داخل ہو جاوے وہ امن والا ہو جاتا ہے، اور اللہ کے واسطے لوگوں کے ذمہ اس مکان کا حج کرنا ہے (یعنی) اس شخص کے ذمہ جو کہ استطاعت رکھے وہاں تک کے سبیل کی اور جو شخص منکر ہو تو اللہ تعالی تمام جہاں والوں سے بے نیاز ہیں'' سبیل کے متعلق حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اس کی تفسیر حدیث میں زاد راہ وراحلہ کے ساتھ آئی ہے، غور کریں تو ان آیات میں دو اہم نکات موجود ہیں: ایک یہ کہ جو شخص صاحب استطاعت ہو اس پر زندگی میں ایک مرتبہ حج کرنا فرض ہے دوسرا یہ کہ جو شخص استطاعت کے باوجود حج نہ کرے تو اللہ تعالی بے نیاز ہیں، یہ دراصل ایک طرح کا سخت انتباہ ہے۔

احادیث پاک میں بھی اس بارے میں سخت وعید موجود ہے، امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص ایسے اخراجات واسباب سفر رکھتا ہو جو اسے بیت اللہ تک پہنچادے پھر بھی اگر وہ حج نہ کرے تو اس کے لیے یہودی یا نصرانی مر جانے میں کوئی فرق نہیں، اللہ اکبر! کیسی سخت وعید ہے اس کے باوجود استطاعت رکھنے والوں کی آنکھوں پر سے پردہ نہ ہٹے تو اس سے زیادہ بدبختی اور کیا ہو سکتی ہے۔

دراصل غفلت کی کئی وجوہات ہوتی ہیں، شیطان وسوسوں میں ڈال کر فرضی اندیشوں اور خیالی شکوک وشبہات میں مبتلا کر دیتا ہے اس فرض کی ادائیگی کسی کو بے حد مشکل عمل نظر آتا ہے، حالانکہ ذرائع حمل ونقل کی کمی کے باعث جس زمانہ میں سفر حج واقعی بے حد مشکل کام تھا تب بھی اللہ کے نیک بندے ہنسی خوشی صعوبتوں کو جھیل کر حج کی سعادت حاصل کرتے تھے، ان دنوں ہوائی جہاز تو کجا ٹرین کی سہولت بھی موجود نہ تھی، لوگ اونٹوں، گھوڑوں اور ہاتھیوں وغیرہ کے ذریعہ

زمینی سفر طے کرتے تھے اور پانی کے جہازوں سے ہفتوں اور مہینوں میں سمندروں کو عبور کرتے تھے، گھر منزل پر پہنچنے کے بعد کبھی شدت کی گرمی، کبھی کڑاکے کی سردی کا سامنا کرنا پڑتا تھا، بتایا جاتا ہے کہ خانہ کعبہ کے اطراف باریک ریت یعنی بالو بچھی ہوئی تھی، سخت گرمی کے باعث پاؤں میں آبلے ہوجاتے تھے، مجبوراً پنجوں پر کپڑا باندھ کر طواف کرتے تھے، آج زمینی سفر ٹرینوں اور بسوں سے ہورہا ہے، پھر چند گھنٹوں میں ہوائی جہاز سے ارض مقدس پہنچ جاتے ہیں، جہاں سعودی حکومت نے ائیر کنڈیشن بسیں اور قیام گاہیں مہیا کررکھی ہیں، حرمین ارضی جنت میں تبدیل ہوگئے ہیں، جدید ٹکنالوجی کے ذریعہ مطاف کے فرش سے فرحت بخش ٹھنڈک نکلتی ہے، اشیائے خوردونوش کی بہتات، ڈاکٹروں اور شفاخانوں کا معقول انتظام، ٹیلی فون کی سہولتیں موجود، غرضیکہ سفر حج اب بے حد آسان ہوگیا ہے۔

دوسرا اندیشہ اکثر لوگوں کو خرابی صحت کا ہوتا ہے، لیکن دیکھنے میں آتا ہے کہ بیماری میں مبتلا لوگ زم زم نوش فرما کر حیرت انگیز طریقہ سے صحت مند ہوجاتے ہیں ورنہ علاج معالجہ کا معقول انتظام ہر وقت دستیاب ہے، ایسے ایسے لوگ ہمت کرکے اور اللہ کا نام لے کر حج کے لیے پہنچ جاتے ہیں، جو آسانی سے چل پھر نہیں سکتے، ان میں سے اکثر وہیل چیئر اور پالکیوں کی مدد سے مناسک حج عمدگی کے ساتھ ادا کرکے کامیابی کے ساتھ وطن لوٹتے ہیں۔

کچھ حضرات اپنی دولت اور جائیداد یا تجارت وغیرہ کے نقصان کا ڈر لئے ہوئے عزم سفر نہیں کرتے، حالانکہ نفع ونقصان قادر مطلق کے ہاتھ میں ہے، جو رزاق الرحیم بھی، حفیظ ونگہبان بھی، آپ چاہے وطن میں ہوں یا غریب الوطنی میں آپ کے بس میں کچھ نہیں، تجربات بتاتے ہیں کہ اس سلسلہ میں کبھی کسی نقصان کی خبر نہیں ملی، بلکہ اکثر حضرات نے بیان کیا کہ ان کے کاروباری منافع میں خاطر خواہ غیب سے اضافہ ہوا۔

غرضیکہ شکوک وشبہات، اندیشے اور وسوسے شیطان کے باعث دلوں میں پیدا ہوتے ہیں اس لیے کہ مسلمانوں کے اس عمل سے اسے سب سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے، جب اللہ کا کوئی بندہ مناسک حج کی تکمیل کرلیتا ہے تو شیطان اپنے بالوں کو نوچتے ہوئے سر پر خاک ڈالتا ہے، اور آہ وزاری کرتے ہوئے کہہ اٹھتا ہے ''افسوس آج یہ شخص میری گرفت سے نکل گیا''۔

مختصر یہ کہ وسوسوں اور اندیشوں پر سنجیدگی سے ٹھنڈے دل کے ساتھ غور وخوض کے ذریعہ بہ آسانی قابو پایا جاسکتا ہے، اور استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے کے گناہ عظیم سے بچا جاسکتا ہے۔ ؎

اگر تھوڑی سی ہمت ہو تو پھر کیا ہو نہیں سکتا

قلم کار حضرات متوجہ ہوں!

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے لیے اپنے دینی، اصلاحی، ادبی، دعوتی، تاریخی اور تحقیقی مضامین ارسال فرما کر اس دعوتی مشن کو آگے بڑھانے میں ہمارا تعاون کریں۔

☆ مضامین خوشخط، صاف اور کاغذ کے صرف ایک طرف ہی تحریر فرمائیں۔

☆ مضامین ارسال کرتے وقت رسالہ کے معیار اور علمی ذوق کا خاص لحاظ رکھیں۔

☆ شائع شدہ مضامین شامل اشاعت نہیں ہوں گے۔

☆ ناقابل اشاعت ہونے کی صورت میں مضامین واپس نہیں کیے جائیں گے۔

نیز نقوش اسلام کے اندر شامل مضامین میں قلمکار حضرات جو رائے پیش کرتے ہیں، وہ ان کی اپنی ذاتی رائے ہوتی ہے، اس سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

///////☆☆☆☆/////

انذار

عذاب الٰہی سے ڈرنے کی ضرورت!

مولانا اسرارالحق قاسمی صدر آل انڈیا تعلیمی وملی فاؤنڈیشن، نئی دہلی

تاریخ شاہد ہے کہ دنیا میں وقتاً فوقتاً مختلف قسم کے شدید حالات رونما ہوتے رہے ہیں، جن کے باعث عوام الناس کو تباہی و بربادی سے دوچار ہونا پڑا، کبھی آندھیوں اور طوفانوں نے بنی نوع انسان کو کربناک حالات سے دوچار کیا تو کبھی سائیکلون اور ہلاکت خیز سیلابوں نے بے شمار انسانوں کی زندگیوں کو اجاڑ کر رکھ دیا اور کبھی خطرناک قسم کی بیماریوں نے آنا فاناً لاتعداد انسانوں کو لقمہ اجل بنا دیا، تاریخ انسانی میں کئی بار ایسے واقعات بھی رونما ہوئے جن سے پوری بنی نوع انسان متاثر ہوئی اور انتہائی بڑے پیمانے پر ہلاکتیں واقع ہوئیں، چونکہ ان ہلاکت خیز واقعات کے اسباب رب کائنات کی کھلی نافرمانی اور انسانوں کی اپنے سنگین جرائم وگناہ تھے، اس لیے انہیں عذاب الٰہی کہا گیا، حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو جس شدید طوفان کا سامنا کرنا پڑا اسے بھی عذاب الٰہی کہا گیا، اس لیے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کئی صدیوں تک اپنی قوم کو سیدھا راستہ دکھانے کی جدوجہد کی لیکن لوگ شقی القلب واقع ہوئے اور چند لوگوں کے علاوہ ان کی پوری قوم اللہ پر ایمان نہیں لائی، بالآخر قہر خداوندی نازل ہوا اور چند افراد کے علاوہ تمام لوگ پانی میں غرقاب ہوگئے، اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر پتھروں کی بارش کی گئی، کیونکہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے بھی خدا کی واضح نافرمانی کی اور جس چیز سے رکنے کے لیے حضرت لوط علیہ السلام نے تعلیم دی اور عذاب الٰہی سے ڈرایا، انہوں نے جان بوجھ کر علی الاعلان وہی کیا، نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ اس قوم پر بھی عذاب مسلط کر دیا گیا، اللہ کے احکام کے خلاف بغاوت کرنے والوں کے خلاف عذاب خداوندی کا سلسلہ ہر دور میں جاری رہا، البتہ آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو اتنے وسیع عذاب سے محفوظ رکھا گیا جو پوری بنی نوع انسان کو تباہی سے دوچار کر دے، گویا کہ یہ امت محمدیہ پر باری تعالی کی خصوصی رحمت ہے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد عوام الناس قہر خداوندی سے بالکل محفوظ ہوگئے اور ناشکری کرنے والوں کو انتہائی گھناؤنی حرکتیں کرنے کے لیے آزادی مل گئی، یاد رکھنا چاہئے کہ انسانوں کو ان کے اعمال کا بدلہ ضرور دیا جائے گا، جس نے اچھے کام کئے ہوں گے اسے بہترین اجر سے نوازا جائے گا اور جس نے برے اعمال کئے ہوں گے اسے سزا کا مستحق ٹھہرایا جائے گا۔

اللہ تعالی ناشکر گزار لوگوں کو پسند نہیں کرتا لیکن آج جہاں تہاں انسانوں کے ذریعہ اپنے مالک حقیقی کی ناشکری کی جارہی ہے یہی نہیں بلکہ جن باتوں کو دونوں جہاں کے مالک نے منع فرمایا ہے اور سنگین جرم قرار دیا ہے انہیں دھڑلے سے انجام دیا جارہا ہے، غور کرنے کا مقام ہے کہ ایسے میں اگر قہر خداوندی نازل نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا، جو لوگ اللہ کی ناشکری کرتے ہیں اور سنگین جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں انہیں اس کی سزا آخرت میں تو ملے گی ہی لیکن اس دنیا میں بھی انہیں کسی نہ کسی حد تک اپنی بداعمالیوں کے سنگین نتائج سے گزرنا پڑتا ہے، لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ انسان جانتے ہوئے بھی بار بار ناشکری اور سنگین اعمال کا ارتکاب کر رہا ہے، اگر انسان ذرا بھی غور وفکر کرے تو اسے عبرت کے لیے بے شمار واقعات مل سکتے ہیں، قرآن

مجید میں بیان کردہ واقعات بنی نوع انسان کو غور وفکر کی دعوت دیتے ہیں اگر ایک طرف اسلامی تعلیمات اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ اللہ رب العزت رحم کرنے والا اور معاف فرمانے والا ہے تو دوسری جانب اسلام میں اس بات کی بھی تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ انتقام لینے والا ہے، اور اس وقت تک انتقام لیتا ہے جب تک کہ بندہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آجائے، قرآن میں وضاحت کے ساتھ اس بات کا ذکر ملتا ہے کہ پچھلی امتوں پر بار بار خدا کا عذاب آیا ہے، قوم لوط، قوم نوح، قوم ثمود، بنی اسرائیل اور بعض دیگر پچھلی اقوام پر عذاب خداوندی نازل ہوا۔

ایک ماہ قبل ملک کی پسماندہ ترین ریاست بہار میں جو شدید سیلاب آیا اور جس بڑے پیمانہ پر عوام الناس کو مصائب وآفات سے دو چار ہونا پڑا، اسے بھی عذاب خداوندی کے زمرے سے خارج نہیں کیا جاسکتا، پانی کا اتنی بڑی مقدار میں آجانا کہ بستیاں ڈوب جائیں، مکانات بہہ جائیں، فصلیں تباہ ہوجائیں، خلق خدا کو جانی ومالی نقصان ہونے لگے، صاحب ثروت افراد آنا فاناً دانہ دانہ کو ترسنے لگیں، مضبوط وبلند وبالا عمارتوں کے مالکان کھلے آسمان کے نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہوجائیں تو اسے عذاب نہیں کہا جائے گا تو اور کیا کہا جائے گا؟ اللہ کا قہر مختلف صورتوں میں نازل ہوسکتا ہے، انفرادی صورت میں بھی اور اجتماعی صورت میں بھی، علاقائی سطح پر بھی اور صوبائی وملکی سطح پر بھی، فی زمانہ پوری دنیا میں بنی نوع انسان جس طرح کے جرائم میں ملوث نظر آرہی ہے، اور ترقی کے نام پر نظام قدرت میں جس بڑے پیمانہ دخل اندازی کی کوشش کی جارہی ہے وہ قہر خداوندی کا بنیادی سبب ہے، یہی نہیں بلکہ وہ اقوام جو ترقی یافتہ ہیں جن کے پاس ذرائع اور وسائل ہیں وہ ان کا غلط استعمال کرتی دکھائی دے رہی ہیں، طاقتور ممالک الگ اپنی طاقت سے کمزور ممالک کو ستانے اور ان پر بالادستی قائم کرنے میں لگے ہوئے ہیں، یہ صورت حال اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے، موجودہ دور کے انسان کی جو گھناؤنی حرکتیں ہیں اگر ان پر مکمل طور سے گرفت کی جائے اور انہیں دنیا میں سزا دی جائے تو آج کے دور کے انسانوں کو بھی سخت عتاب خداوندی کا شکار ہونا پڑسکتا ہے، مگر چونکہ امت محمدیہ کو اتنے شدید یا وسیع عذابوں سے محفوظ رکھا گیا ہے، جیسا کہ پچھلی امتوں پر نازل ہوئے تھے، تاہم انسانوں کو عبرت کا سامان فراہم کرنے کے لیے قہر خداوندی کی جھلکیاں جہاں تہاں آج بھی دیکھی جاسکتی ہیں، کہیں سمندری طوفانوں کی شکل میں، کہیں سخت آندھیوں کی شکل میں، کہیں باہمی ٹکراؤ کے نتیجہ میں کہیں تباہی کی شکل میں اور کہیں سیلاب وبیماریوں کی شکل میں، اگر صوبہ بہار میں سیلاب کی شکل میں نوع انسان کے بے شمار مسائل کا سامنا کرنا پڑا تو دوسری ریاستوں میں پانی کی قلت سے لوگ پریشان ہیں اور فصلیں تباہ ہورہی ہیں، اسی طرح بعض ممالک میں زلزلے اور سائیکلون آرہے ہیں، درجہ حرارت میں اضافہ کی وجہ سے بنی نوع انسان خطرات کی طرف بڑھ رہی ہے۔

اگر انسان عام زلزلوں، طوفانوں، سیلابوں اور دیگر مختلف قسم کی قدرتی آفتوں سے تحفظ چاہتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اعمال کو درست کرے، اپنے مالک حقیقی کا شکر گزار بن کر رہے، اس کے خلاف علم بغاوت بلند نہ کرے، خلق خدا کے ساتھ اس کا برتاؤ اچھا رہے، اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تکمیل کرے، غور کرنے کا مقام ہے کہ آج بہت سے انسان دوسروں کے حقوق کو بڑی بے رحمی سے غصب کر لیتے ہیں، لوگوں میں احترام انسانیت کا جذبہ ختم ہورہا ہے، حرص ولالچ عروج پر ہے، مال ومتاع اور منصب وعہدوں کے لیے انتہائی گھٹیا طریقے اختیار کئے جارہے ہیں، حاجت مندوں کی حاجت روائی کو نظر انداز کیا جارہا ہے، ظلم وستم، زیادتی وناانصافی بڑھتی جارہی ہے، ایسے حالات میں کیا اللہ کا عذاب نہیں آئے گا؟ اتنا پانی آجانا کہ گاؤں خس وخاشاک کی طرح بہہ جائیں، اتنی خشک سالی ہوجانا کہ کسان ایک دانہ فصل بھی نہ اگاسکے، اچانک تیل کے کنوؤں اور پلیٹ فارموں پر آگ لگ جانا، ٹرینوں، بازاروں اور بھیڑ بھاڑ کی جگہوں پر دھماکے اور دوسرے حادثے ہوجانا کیا عذاب سے کم ہے؟ اس طرح کے حادثات کے ظاہری اسباب بھلے ہی کچھ ہوں لیکن ان کے باطنی اسباب یہی ہیں کہ انسان گناہوں

کے ارتکاب میں بہت آگے نکل گیا ہے، جن سے زمین بھی پناہ مانگتی ہے اور آسمان بھی، خشکی بھی اور تری بھی، ایسے نازک وقت میں ہر شخص کو اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہئے۔

ریاست بہار میں سیلاب کی جو شدت رہی اسکا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ سیلاب کی تباہ کاریوں کے نتیجہ میں متعدد افراد ہلاک، سیکڑوں لاپتہ اور ہزاروں ولاکھوں بے گھر ہوگئے، سیلاب کی زد میں سب سے زیادہ متاثر ہونے والے اضلاع میں اررہ، مدھے پورہ، سہرسہ، پورنیہ، کشن گنج، سوپول اور کٹیہار ہیں، نیپال باندھ کے نواحی علاقوں کی صورت حال بھی انتہائی نازک بنی ہوئی ہے، اررہ میں تلسی پٹی، کسہر، کھٹھی، بیریا کمال، بھوانی پور، پرسا، گھوڑا گھاٹ، مسلم پور، لال پور، چلملہا، شنکر پور، مرلی گنج، چھاتا پور اور محرم پور جیسے گاؤں میں شدید نقصان ہوا ہے، مدھے پورہ میں سکھاسن، رام نگر بیلا، بشن پور، گوشائی ٹولہ، اسلام پور اور رہوا جیسے علاقوں میں بڑی تباہی ہوئی، سوپول میں بھی بہت بڑے پیمانہ پر بربادی ہوئی، بتایا جارہا ہے کہ اس علاقہ کے محرم پور، بگھیلی، پرتاب گنج، چھاتاپور، سرجاپور وغیرہ کے ہزاروں خاندان بے گھر ہوگئے ہیں، اس سے بھی زیادہ تباہی ضلع سوپول کے بلاک بسنت پور، راگھوپور، چھاتاپور اور پرتاب گنج کے دیہی علاقوں میں ہوئی ہے، کچھ مقامات جیسے شنکر پور، للت گرام، نظام چوک، کٹیا، بلبھدر پور، بھولا گھاٹ میں تو ان گنت مکانات بہہ گئے، بہت سے لوگوں نے دوسرے مقامات پر پناہ لے کر بڑی مشکل سے جان بچائی، کئی مقامات پر لوگ نہ صرف چند دنوں تک بلکہ کئی ہفتوں تک پھنسے رہے، کیونکہ باہر نکلنے کے تمام راستے مسدود ہوگئے، بھیم نگر، مکتب چوک، بھولا گھاٹ، پرتاب گنج، للت گرام، سرجاپور، مان گنج، تربنی گنج، چکلا، کلہا، محرم پور، بگھیلی، چھاتا وغیرہ کے لوگ تین ہفتوں بعد تک بھی وہاں سے نکل پائے، اور نہ ہی ان کو بقدر ضرورت امداد پہنچ پائی۔

راقم الحروف نے بہت سے سیلاب زدہ علاقوں وگاؤں کا ازخود دورہ کیا، جہاں لوگوں کی ناگفتہ بہ صورت حال دیکھنے کو ملی، راقم الحروف نے دیکھا کہ ابھی بھی بہت سے لوگ کیمپوں میں زندگی بسر کررہے ہیں، کیونکہ ان کا سب کچھ برباد ہوچکا ہے، ان کے پاس نہ گھر ہے اور نہ زندگی گزارنے کے لیے ضروری اشیاء، اس اثناء میں راقم الحروف کا ایسا دور افتادہ گاؤں وعلاقوں میں بھی جانا ہوا جہاں پہنچنا بہت مشکل ہے، غالباً یہی وجہ ہے کہ وہاں کے لوگوں کو امداد نہیں مل سکتی، سرکاری امداد سے بھی وہ محروم ہیں اور غیر سرکاری امداد سے بھی، سیلاب زدگان کی اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے دو سطح پر امدادی کاموں کی اشد ضرورت ہے:

وقتی امداد کی جس سے کہ وہ ہنگامی حالات میں اپنی زندگی گزار سکیں، سیلاب کو آئے ہوئے دو ماہ کے قریب ہوگیا ہے، اس لیے تقریباً اس سطح پر امداد کا مرحلہ گزرتا جارہا ہے، البتہ بعض علاقوں میں ابھی بھی ہنگامی حالات جیسی کیفیت برقرار ہے، اس لیے وہاں فوری طور سے وقتی امداد ناگزیر ہے۔

مستقل امداد کی کیونکہ وہاں کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد معلوم ہوا کہ سیلاب زدہ افراد کی زندگی کی از سرنو شروعات کے لیے باز آبادکاری کی انتہائی ضروری ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب کہ سیلاب زدگان کی بڑے پیمانہ پر مدد کر کے منظّم طور سے ان کی باز آباد کاری کی منصوبہ بندی کی جائے، کیونکہ متاثرین میں ایک بڑی تعداد یقیناً ایسی ہے جن کے مکانات بہہ گئے اور ان کا سارا اثاثہ ختم ہوگیا، ایسے افراد کے گھروں کی تعمیر اور روزگار کی شروعات ایک بنیادی اور اولین ترجیح کا حامل مسئلہ ہے، کیونکہ جب تک باز آبادکاری نہیں ہوتی، ان کے سامنے مختلف قسم کے مسائل آتے رہیں گے، اور انہیں لوگوں کے تعاون کی ضرورت محسوس ہوتی رہے گی، بالفاظ دیگر باز آبادکاری اور روزگار کی فراہمی کے بغیر مستقبل قریب میں ان کی زندگی کو واپس اس مقام تک نہیں لایا جاسکتا جس طرح وہ سیلاب کی آمد سے پہلے زندگی گزار رہے تھے نہ صرف حکومتیں بلکہ وہ تنظیمیں جو بہار میں راحت رسانی کے کاموں میں مصروف ہیں انہیں چاہئے کہ اب وہ

وسیع پیمانہ پر باز آبادکاری کی مہم چلائیں، سیلاب زدہ علاقوں میں جو ملی تنظیمیں و جماعتیں راحت رسانی کے کاموں میں شب وروز مصروف ہیں ان میں آل انڈیا تعلیمی وملی فاؤنڈیشن بھی ہے، اس تنظیم کی ٹیم ان دورافتادہ علاقوں میں خصوصی طور سے امدادی کاموں میں مشغول ہے جہاں لوگوں کو سرکاری یا دیگر ذرائع سے خاطر خواہ امداد نہیں پہنچ سکی، اس کے علاوہ مذکورہ تنظیم متعدد علاقوں میں سیلاب زدگان کی باز آبادکاری کی منصوبہ بندی بھی کررہی ہے، وہ لوگ جو صاحب ثروت ہیں، انہیں چاہئے کہ اس آزمائش کے وقت میں حتی الوسع متاثرین کی براہ راست مدد کریں یا اس سلسلہ میں ان رفاہی تنظیموں کا ساتھ دیں جو شب وروز امدادی کاموں میں مصروف ہیں۔

غور کیجئے کہ آج انسان سائنسی وصنعتی ترقی کی بنیاد پر زمین سے آسمان پر پہنچ گیا ہے، روزآنہ نئی نئی چیزیں ایجاد کررہا ہے، بڑے بڑے ڈیم بنارہا ہے اور دریاؤں کا رخ موڑ رہا ہے، سمندروں کے نیچے سرنگوں کے جال بچھا رہا ہے، آج یہ ممکن ہے کہ منصوبہ بندی کرنے والے تمام ماہرین ایک نئی منصوبہ بندی کریں اور نئے تجربات سے حالات کا رخ بدلیں، حکومت ہند ایک کمیشن قائم کرے، سیلاب کی زد میں بار بار آنے والے پورے خطے کی جغرافیائی پوزیشن کا جائزہ لے، وہاں کی ندیوں، پہاڑوں اور زمین کے نشیب کا ہر اعتبار سے تجزیہ کرکے تمام ندیوں کو ایک دوسرے سے جوڑ کر ان سے نہروں کو بھی ملادیا جائے، تاکہ پانی مختلف حصوں میں تقسیم ہوجائے، پہاڑی نالوں سے آنے والے پانی کے رخ کے سلسلہ میں بھی غور وفکر کیا جائے اور اس کے لیے بڑے بڑے ڈیم بنائے جائیں، سیلاب اور دیگر قدرتی آفات کے نقصانات سے تحفظ کے لیے ظاہری تیاریوں کے علاوہ اس طور پر بھی تیاری کی جائے کہ لوگ اپنے اعمال کو درست کرلیں، البتہ اس پہلو کو کسی بھی حال میں نظر انداز نہ کیا جائے کہ خشک سالی اور سیلاب کی تباہ کاری یہ سب ہمارے اپنے اعمال کا نتیجہ ہیں، ہمیں اپنی عملی راہ درست کرنی چاہئے۔

/////☆☆☆☆/////

حجاج کرام کی خدمت میں

مبارک آپ کو اب حج بیت اللہ چلے جانا
پہنچ کر آپ پھر خانہ خدا کو حاضری دینا
جو ہیں ارکان حج کرنے کے ان کو پوچھتے جانا
کہاں جاتے ہیں کیا کرنا ہے سب کچھ سوچتے جانا
دلوں میں یاد کرلینا خدا ہی کے سہارے کو
سہولت سے تمہاری ناؤ لگ جائے کنارے کو
وہاں جاکر کے یاد آئیں اگر کچھ اپنے بیگانے
تو پھر تم یاد کرلینا کئے جو عہد پیمانے
بہت کچھ بھیڑ پاؤ گے طوافوں کے زمانے میں
وہاں مصروف رہنا نیکیاں اپنی کمانے میں
عجب خوشبوئیں آتی تھیں ہمیں جنکے پسینے میں
ملیں گے ہاشمی بانکے جواں سے اس مدینے میں
سنہری جالیوں کو دیکھ کر دل شاد کرلینا
پھر اپنے دل کی سب گہرائیاں آباد کرلینا
کھجوریں لیکے آنا اور کچھ زم زم کا پانی بھی
دیار پاک کی لے کر کے چلنا کچھ نشانی بھی
سلام اس شوکت انواردی کا پیش کردینا
پریشاں حال کی روضے پہ جاکر سب خبر دینا

از: حافظ شوکت علی انواردی
ناظم مدرسہ جامعہ رحیمیہ مظفری، مظفر آباد
ضلع سہارنپور (یوپی)

ایک مبارک سفر

ڈاکٹر سید محمود قادری بیجاپور کرناٹک

سفر کا محرک:

مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں ندویؒ سے زمانہ طالب علمی ۱۹۷۱ء سے ہی خط وکتابت تھی، پھر حضرت والا سے بیعت وارشاد کا سلسلہ بھی قائم ہوا، حضرت سے حیدرآباد، بھٹکل اور پونا وغیرہ کے سفروں میں ملاقاتیں رہیں، مگر رائے بریلی اور لکھنؤ جانے کا موقع نہیں ملا، کچھ تو اپنی ملازمت کی مصروفیت اور کچھ طبیعت کی احتیاط و پرہیز رکاوٹ بنی رہیں، حضرت والا کے نواسے مولوی محمود حسن حسنی ندوی صاحب جن سے پونا میں ملاقات ہوئی وہ ادھر چند سالوں سے جوطلبہ ضیاء العلوم رائے بریلی میں زیر تعلیم ہیں ان کی زبانی کہلا بھیج رہے تھے کہ میں رائے بریلی آؤں۔

۱۴۲۵ھ کی عیدالاضحیٰ کی نماز جامع مسجد میں پڑھائی، نماز کے بعد ملاقاتوں کا سلسلہ جاری تھا، مولانا ابوبکر طیبی صاحب کے فرزند مولوی رضوان سلمہ نے مولوی محمود حسن کا ایک مراسلہ میرے ہاتھ تھمادیا، مولوی محمود حسن صاحب نے رائے بریلی آنے کا تقاضہ کرکے خط کو ''منتظر ومشتاق زیارت وطالب دعا'' کے الفاظ کے ساتھ ختم کیا تھا، ان الفاظ سے دل میں ایک گدگدی پیدا ہوئی کہ ضرور ایک مرتبہ رائے بریلی کا سفر ہونا چاہئے۔

تین سال قبل حضرت مولانا قمرالزماں الہ آبادی مدظلہ العالی، مولوی سراج الدین گجراتی کی تحریک پر یہاں تشریف لائے تھے، ناچیز کے یہاں پر قیام رہا جامع مسجد اور مسجد الٰہی میں حضرت والا کے بیانات ہوئے، اس وقت سے حضرت سے برابر مراسلت چل رہی تھی۔

رمضان ۱۴۲۵ھ کے بعد حضرت والا نے ایک خط میں ارقام فرمایا ''جی چاہتا ہے کہ کبھی یہاں تشریف لائیں تو مجھے بہت خوشی ہوگی اور انشاء اللہ آپ بھی خوش ہونگے'' اللہ والوں کی صحبت کیمیا کی تاثیر رکھتی ہے، کہنے والوں نے کچھ غلط نہیں کہا۔

ایک زمانہ صحبتِ با ولیا ☆ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اللہ والوں کی طرف سے اس ناچیز پر یہ عنایت اور بار بار طلبی نے ''دل ناتواں'' کو آمادہ کیا وہ الہ آباد، رائے بریلی اور لکھنؤ کا ایک سفر ضرور کرے، چنانچہ یہ فیصلہ کرلیا کہ سردیوں کا موسم گزرتے ہی ایک سفر ان مقامات کا ہو جائے، ان حضرات سے فون پر گفتگو کرکے اطمینان حاصل کرلیا کہ مارچ واپریل کے مہینوں میں یہ حضرات اپنے وطن ہی میں مقیم رہیں گے، کہیں بیرون کا سفر در پیش نہیں ہے۔

ہم سفر اور زاد سفر:

مختلف احباب کے روبرو سفر کے ارادے کا ذکر کرتا رہا تاکہ کوئی ہم سفر مل جائے، ہمارے ایک عزیز دوست کے صاحبزادے جو ندوہ والوں سے ملنے کے مشتاق ہیں تیار ہوگئے مگر والد کی علالت کے باعث ملتوی کرنا پڑا، ناچیز کے ایک نوجوان صالح دوست مولوی مشتاق احمد عرف خضر احمد جوسندگی میں اردو لکچرر ہیں، ان کے سامنے جب میرے سفر کا ذکر آیا تو انہوں نے ہمرکابی کے لیے پوری آمادگی ظاہری کی اور ٹکٹ کے ریزویشن کے لیے بھی فرمادیا۔

راہ سلوک کا راستہ چلنے والوں کے لیے اللہ اور اللہ کی محبت ہی ''زاد سفر'' اور سرمایہ زندگی ہے، وللہ ما قال العارف

بے عنایت حق وخاصان حق ☆ گر ملک باشد ہر ہشت ورق

سفر کا آغاز:

۱۳/اپریل کی صبح ۷/بجے بذریعہ کرناٹک ایکسپریس سے ہمیں

شولا پور سے سفر کرنا تھا، چنانچہ ۱۲/اپریل رات ۳/ بجے ہم لوگ بیجا پور سے بذریعہ بس صبح شولا پور پہنچے، کرناٹک ایکسپریس نے ہمیں ۱۴/اپریل کی صبح جھانسی پہنچادیا، ۸/ بجے چھبل ایکسپریس آئی اس کے ذریعہ ہم شام ۶/ بجے الہ آباد پہنچے، اسٹیشن سے ہم حضرت والا کے مکان وصی آباد پہنچے مگر حضرت بیت المعارف میں تھے اور انہیں ہماری آمد کی اطلاع ہوگئی تھی، حضرت کے حکم سے ہمیں دارالمعارف کے مہمان خانے میں ٹھہرایا گیا، مغرب کی نماز سے ۵/منٹ پہلے حضرت والا تشریف لائے، ہماری آمد پر بڑی مسرت کا اظہار فرمایا، بعد نماز مغرب حضرت کی ایک مجلس ہوئی جس میں کئی مفید باتیں ارشاد فرمائیں، غالبًا یہ مجلس ہماری حاضری پر منعقد کی گئی تھی، مجلس کے بعد دارالمعارف کے کتب خانے میں چائے وغیرہ کا انتظام کیا گیا، گجرات کی تبلیغی جماعت کے چند ساتھی بھی مہمان خانے میں ہمارے ساتھ تھے، عشاء کی نماز کے بعد ہمیں اور تبلیغی ساتھیوں کو حضرت نے اپنے مکان پر کھانے کے لیے مدعو کیا جو پر تکلف کھانا تھا۔

دوسرے روز بعد نماز اشراق کے حضرت دارالمعارف تشریف لائے، دارالمعارف کے کتب خانے میں مجلس رہی، چائے کے بعد مختلف امور پر باتیں ہوتیں رہیں، حضرت نے ہم سے پوچھا کہ کتنے دنوں کا سفر ہے اور کیا نظم درپیش ہے، ہم نے عرض کیا کہ ہم چاہتے ہیں کہ چند روز آپ کی خدمت میں رہیں پھر دو چار دن رائے بریلی، لکھنؤ اور ہردوئی حضرت مولانا ابرارالحق دامت برکاتہم کی خدمت میں گزار کر ۱۵/اپریل کو واپس ہوجائیں، میں نے عرض کیا کہ حضرت میری تو رخصت ۳۰/اپریل تک ہے، حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ دیوبند والوں نے ہمیں مدعو کیا ہے، کل ہم دیوبند جارہے ہیں آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں، چنانچہ ہم لوگ دیوبند جانے کے لیے تیار ہوگئے۔

میرا تو دیوبند کا یہ پہلا سفر تھا، ہمارے ساتھی اس سے قبل دیوبند جاچکے تھے، حضرت کے ساتھ سفر میں ہم دونوں کے علاوہ حضرت کے دو فرزند مولوی مقبول احمد قاسمی اور مولوی عبداللہ ندوی اور الہ آباد کے مشہور صاحب دل وصاحب حال شاعر انیس الہ آبادی بھی تھے، جو وقفے وقفے سے مجلس کو پر کیف بناتے تھے۔

دارالعلوم دیوبند صد سالہ جشن کے بعد دارالعلوم قدیم اور دارالعلوم وقف میں تقسیم ہوگیا، چند دنوں سے باہمی مصالحت کی خبریں آرہی ہیں خدا کرے یہ مصالحت پائیدار رہے، دارالعلوم قدیم میں حضرت والا کا بیان دارالحدیث میں رات ساڑھے دس بجے تربیتی مناظرے کے بعد تھا، حضرت والا کے ساتھ ہم بھی اسٹیج پر بیٹھ کر اس مناظرے کا لطف لیتے رہے، مناظرے کا عنوان ''کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں؟'' تھا، مناظرہ اور پھر اس پر مولانا مفتی امین پالن پوری کا تبصرہ ہونے تک دیڑھ بج گیا، بعدازاں حضرت والا کی تقریر رہی حضرت نے شاہ ولی اللہ کی کتاب ''الفوز الکبیر'' کے حوالہ سے بیان فرمایا کہ مجادلہ اور مناظرہ قرآن کریم کے علم پنجگانہ میں سے ایک اہم علم ہے قرآن نے تمام گمراہ فرقوں کے ساتھ مجادلہ کیا ہے، حضرت والا نے بڑے پتے کی بات ارشاد فرمائی کہ ''باہر کے گمراہ فرقوں سے مجادلہ کرنے سے پہلے اپنے نفس سے مجادلہ کرکے اس کو زیر کئے بغیر باہر کے مناظروں میں آدمی کامیاب نہیں ہوسکتا، ہمارے اکابر دیوبند سب ایسے ہی تھے، الحمدللہ اب بھی دارالعلوم میں مختلف علوم پر امامت کا درجہ رکھنے والے موجود ہیں، آپ طلبہ ان سے ضرور فائدہ اٹھائیں، تقریباً ڈھائی بجے حضرت والا کی دعا پر جلسہ ختم ہوا۔

دوسرے دن دارالعلوم وقف میں دارالحدیث میں طلبہ کا تربیتی مناظرہ بعنوان ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں یا نور'' تھا، یہاں پر بھی ہم حضرت والا کے ساتھ اسٹیج پر بیٹھ کر مناظرے سے لطف اندوز ہوتے رہے، جلسہ تقریباً رات ایک بجے حضرت والا کی تقریر اور دعا پر ختم ہوا، حضرت والا نے ذکر اللہ کی اہمیت پر روشنی ڈالی، علامہ ابن قیم کے حوالے سے ارشاد فرمایا کہ بندے کا سب سے ''اعلی حال'' ذکر اللہ میں لگے رہنا ہے، ذکر سے نور پیدا ہوتا ہے، تمام اکابر دیوبند نے ذکر کی مواظبت ہی سے یہ مقام پایا تھا اور ہمیشہ کے لیے اس کی ضرورت ہے۔

دن کے فارغ اوقات میں اساتذہ کرام حضرت والا سے ملاقات کے لیےمہمان خانہ آتے یا ہم خود حضرت والا کے ہمراہ ملنے چلے جاتے قابل ذکر علماء جن سے ملاقات ہوئی: حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ، مولانا قمرالدین گورکھپوری، مولانا خورشید احمد گیاوی مدظلہ وغیرہم قابل ذکر ہیں، حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ حضرت والا سے ملنے کے لیےتشریف لائے، مولانا سے اس ناچیز کی مراسلت تھی ایک مرتبہ بنگلور میں ملاقات بھی ہوچکی تھی، مولانا کا بہت بڑا علمی کارنامہ ''حجۃ اللہ البالغۃ'' کی شرح ''رحمۃ اللہ الواسعۃ'' پانچ جلدوں میں ہے، مولانا بڑی دیر تک اس ناچیز سے گفتگو فرماتے رہے۔

عصر کے بعد حضرت والا کے ساتھ دیوبند کے قبرستان جانے اور اکابر کی قبروں پر فاتحہ وایصال ثواب کی توفیق ہوئی، تمام قبریں سادہ مٹی کی اونٹ کے کوہان کی طرح اٹھی ہوئیں ہیں، سرہانے ایک کتبہ لگا ہے، جس پر نام، تاریخ پیدائش ووفات لکھا ہے، عجیب کیفیت رہی "کل من علیها فان ویبقی وجه ربك ذوالجلال والاکرام " والی آیت بے اختیار زبان پر جاری تھی۔

دارالعلوم کا کتب خانہ بھی قابل دید ہے، تقریباً ۱۰/۱۲/ بڑے بڑے کمروں میں کتابوں کا انبار ہے۔

''معہد انور'' کے نام سے ایک تیسرا ادارہ حضرت مولانا انظر شاہ کشمیری خلف محدث کبیر حضرت مولانا انورشاہ صاحب کشمیریؒ ابھر رہا ہے، دینی علوم کے ساتھ انگریزی تعلیم پر خاص توجہ دی جارہی ہے، یہاں کے مختلف اساتذہ سے ملاقات ہوئی مولوی صاحب نے انگریزی سکھانے کے لیے جو ریڈریں لکھیں ہیں بطور تحفہ ہمیں عنایت کیں، ان کی انگریزی صلاحیت دیکھ کر بہت تعجب اور مسرت ہوئی ''معہد انور'' میں حضرت والا کا ایک بصیرت افروز خطاب بھی ہوا۔

اکابر کی طرف سے حضرت والا کا بڑا اکرام کیا گیا، مختلف حضرات کھانے اور ناشتہ پر حضرت والا کو مدعو کرتے رہے، حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب مدظلہ نے ایک دن صبح ناشتہ پر مدعو کیا، رات حضرت مولانا انظر شاہ کشمیری کے فرزند (چونکہ حضرت مولانا سفر پر گئے ہوئے تھے) نے ایک پرتکلف دعوت کی، ناچیز کا ہاضمہ نہایت کمزور، پرہیزی کھانوں کا عادی ان پرتکلف دعوتوں کا ساتھ نہ دے سکا۔

تیسرے دن ہم لوگ ٹاٹا سومو کے ذریعہ مظاہر علوم سہارنپور پہنچے یہاں پر طبیعت ناساز رہی، ناظم مظاہر علوم حضرت مولانا سید سلمان صاحب نے اس ناچیز کا بہت خیال رکھا اور ہر طرح مجھے آرام پہنچانے کی کوشش کی، رات حضرت والا کا ایک وقیع بیان ہوا۔

دوسرے دن ہم حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہ خلف شیخ الحدیث کے مکان حاضر ہوئے ''ذکر جہر'' کی مجلس تھی، حتی کہ باہر راستوں پر بھی ذکر کی آواز سنائی دے رہی تھی ہم ذکر میں شریک رہے، بعد طلوع آفتاب کے حضرت نے مقامی لوگوں کو رخصت فرما کر ہمیں روک لیا، کچھ گفتگو کے بعد ہمارے لیے ناشتہ کا انتظام کیا گیا اور چند کتابیں ہر ایک کو تحفے میں دیں۔

اس کے بعد موجودہ شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ کے کمرے پر گئے، مشہور رہے کہ وہ کسی سے ملتے ملاتے نہیں، مگر حضرت والا کے تشریف لے جانے پر تقریباً گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ دل کھول کر باتیں کرتے رہے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کے بے شمار ودلچسپ واقعات سناتے رہے، پھر اس کے بعد دارالعلوم کے کتب خانہ، مطبخ وغیرہ کا معائنہ کرایا گیا۔

مفتی خالد سیف اللہ حضرت کے خلیفہ حضرت کو گنگوہ لے جانے کے لیے سہارنپور تشریف لائے، ٹاٹا سومو کے ذریعہ ہم لوگ ظہر کے قریب گنگوہ پہنچے، اس ناچیز نے مفتی خالد سیف اللہ صاحب سے اپنی طبیعت کا حال عرض کیا آں موصوف نے ہر طرح مجھے راحت پہنچائی۔

دارالعلوم گنگوہ کے ناظم حضرت مولانا قاری شریف صاحب نہایت ضعیف وعلیل ہونے کی وجہ سے ان کے فرزند مفتی خالد صاحب ہی اکثر انتظامی امور کی دیکھ بھال کرتے ہیں، حضرت قاری صاحب کے حسن اخلاق اور مروت نے مجھے بہت متاثر کیا، اللہ تعالی موصوف کو

صحت وعافیت سے رکھے۔آمین

بعد نماز عشاء دارالعلوم گنگوہ کی مسجد میں حضرت والا کا ایک بصیرت افروز بیان ہوا، دوسرے دن مفتی خالد صاحب کی راہ نمائی میں امام ربانی مجدد الف ثانی کے مزار سرہند جانے کا پروگرام بنا، اس اطلاع سے کہ حضرت والا اپنے رفقاء کے ساتھ سرہند تشریف لے جارہے ہیں کئی طلبہ اور دیگر حضرات تیار ہوگئے، ہماری ٹاٹا سومو کے ساتھ کئی اور گاڑیاں ساتھ چلیں، صبح کی نماز اور ناشتہ کے بعد روانگی ہوئی ایسا معلوم ہورہا تھا کہ ذاکرین کا ایک قافلہ رواں دواں ہے، سرہند گنگوہ سے ۵/ گھنٹے کی مسافت پر ہے، سرہند سے دس میل پہلے ایک مقام 'براس' ہے جہاں انبیاء کرام کی مزارات ہیں، امام ربانی کو یہ بات بذریعہ کشف معلوم ہوئی تھی، اس کے بعد اکثر اکابر حضرت تھانویؒ، شیخ الحدیث وغیرہ کا معمول یہاں کی زیارت کا رہا ہے۔

یہاں سے فارغ ہوکر ہم لوگ ظہر سے آدھ گھنٹہ پہلے سرہند پہنچے، مسلم اور غیر مسلم زائرین کی کثرت تھی، مزار کے اوپر ایک الگ قبہ اور راستہ بنایا گیا ہے جہاں غیر مسلم عورتیں بھی جاسکتی ہیں، ظہر کی نماز متصل مسجد میں ادا کی، وہاں کے امام صاحب نے حضرت والا کو پہچان کر قیام کے لیے مہمان خانے کے کمرے کھلوائے۔

مزار پر فاتحہ خوانی کی دل پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی:

جہاں کی خاک سے دل کی غذا حاصل
فنا کے منظر خاموش سے درس بقا حاصل

مکتوبات ربانی جس کا بامحاورہ شگفتہ ترجمہ پاکستان سے شائع ہوا ہے، اس ناچیز کو پڑھنے کی توفیق ہوئی ہے، بار بار مکتوبات کے مضامین ذہن میں گردش کرتے رہے۔

دوپہر کا کھانا جو ہم نے ساتھ لے لیا تھا مہمان خانے ہی میں تناول فرمایا، کچھ دیر آرام کرکے بعد نماز عصر سرہند کو خیر آباد کہا، رات دس بجے گنگوہ پہنچے دوسرے دن مفتی خالد صاحب کی رہنمائی میں نانوتہ پہنچے، جہاں حضرت والا کا پرجوش استقبال کیا گیا، حضرت تھانوی کے استاذ محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ کے مزار کی زیارت کے بعد حضرت والا کا ایک مسجد میں مختصر خطاب ہوا۔

ظہر سے پہلے ہم لوگ جلال آباد حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب کے مدرسہ اور خانقاہ پہنچے، حضرت کے فرزند مولانا صفی اللہ صاحب جو ''بھائی جان'' کے نام سے جانے جاتے ہیں، ان سے ملاقات کے لیے ان کے گھر گئے، انہیں حضرت والا کی ملاقات سے بڑی مسرت ہوئی، بھائی جان کی ریڑھ کی ہڈی کے آٹھ آپریشن ہوچکے ہیں، بڑی حد تک معذور مگر اپنے فرائض اور مشاغل میں مصروف اور راضی برضاء الٰہی ہیں، جلال آباد میں دوپہر کا کھانا کھا کر کچھ دیر ہم نے قیلولہ کیا، یہاں سے ہم تھانہ بھون پہنچے۔

پہلے حضرت تھانویؒ کے مزار کی زیارت کی پھر خانقاہ جانا ہوا، مدرسہ اور خانقاہ کے موجودہ ناظم مولوی نجم الحسن تھانوی صاحب ہیں، ہاں ہم نے عصر کی نماز پڑھی پھر مسجد میں حضرت والا کا ایک مختصر بیان ہوا، خلوت گاہ حاجی امداد اللہ اور خلوت گاہ حافظ ضامن شہید کے اندرون داخلہ ہوا، کچھ دیر حضرت والا کی معیت میں ذکر کرنے کی توفیق بھی ہوئی، مولوی نجم الحسن مدظلہ نے بڑی محبت اور کرم کا معاملہ کیا، مغرب سے پہلے ہم لوگ تھانہ بھون سے میرٹھ کے لیے روانہ ہوئے مولوی صغیر احمد قاسمی اور مفتی خالد سیف اللہ صاحب دونوں یہاں سے اپنے مقامات پر چلے گئے، الہ آباد سے دیوبند جاتے ہوئے راستے میں میرٹھ پڑتا ہے ہماری روانگی کے موقعہ پر میرٹھ والوں نے حضرت والا کو وہاں آنے کے لیے بہت اصرار کیا تھا، رات ۹/ بجے ہم لوگ میرٹھ پہنچے، میرٹھ والے انتظار ہی میں تھے، رات میں ایک پرتکلف کھانا تیار کیا گیا تھا، آرام کرنے کے لیے ایک دوسرے مقام پر لے جایا گیا۔

صبح کی نماز کے بعد ملاقاتوں کا سلسلہ چلا، ہر جگہ چائے اور ناشتہ کا دور چلتا رہا، ۱۰/ بجے ایک مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھنا تھا، وہاں ایک جلسہ بھی ہوا، میری طبیعت تھک گئی تھی زیادہ دیر کار ہی میں آرام کرتا رہا، حضرت والا اور دیگر ساتھی کئی عربی مدارس کا معائنہ اور ان کے علماء کرام

سے ملاقاتیں کرتے رہے، ایک مقام پر کچھ لوگوں نے حضرت والا سے بیعت بھی کی، سیاسی رسوخ رکھنے والے حضرات بھی میز بانوں میں شامل تھے، حفاظتی دستے کی معیت میں ہمیں اسٹیشن پہنچایا گیا، شام ۷/ بجے کی ٹرین سے سوار ہوکر ہم صبح ۸/ بجے الہ آباد پہنچے۔

دو روز سفر کی تھکان تھی، بعد ازاں ناچیز نے حضرت والا سے عرض کیا کہ میں رائے بریلی، لکھنؤ اور ہردوئی جانا چاہتا ہوں، میرے سفر کے ساتھی مولوی خضر احمد تو اپنے خانگی مسائل کی وجہ سے گنگوہ سے ہی واپس چلے گئے تھے، حضرت والا نے بیت المعارف کے سفیر قاضی نہال کو میرے ہمراہ بھیج دیا، قاضی نہال صاحب بزرگ آدمی، نہایت خلیق تجربہ کار ہیں، مقامات کو خوب دیکھے ہوئے اور علماء کے خوب شناسا ہیں۔

الہ آباد صبح کی ٹرین سے نکل کر ہم لوگ ۹/ بجے رائے بریلی پہنچے، مولوی محمود حسن اور دیگر حضرات نے اس ناچیز کے ساتھ بڑی محبت اور خلوص کا معاملہ کیا، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی سے متعلق ایک ایک چیز دکھاتے رہے، حضرت کی آرام گاہ، مہمان خانہ، مسجد، پھر مزار پر ہوکر ہم نے فاتحہ پڑھی، مولوی محمود حسن صاحب بڑے پیار و محبت سے تقاضہ کر کے مختلف چیزیں کھلاتے رہے، یہاں میرا ہاضمہ پھر بگڑ گیا، ایک دن کے دست کے بعد الحمدللہ دوسرے دن طبیعت پھر سنبھل گئی، مولوی محمود حسن نے ہر طرح میرا خیال رکھا، میرے لیے خصوصی طور پر کھانے بنا کر لاتے رہے، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

دوسرے دن یہ معلوم ہوا کہ ناظم ندوہ مولانا سید محمد رابع حسنی صاحب خود رائے بریلی آنے والے ہیں، رات تک انتظار رہا مگر وہ نہ آئے، دوسرے دن صبح آنے کی اطلاع ملی، ہم رائے بریلی ہی میں تیسرے دن ناظم صاحب کے انتظار میں رکے رہے، ظہر سے قبل تشریف آوری ہوئی، ناظم صاحب سے ملاقات کر کے میرے نام ان کے جو خطوط تھے دکھائے، میڈیکل تعلیم کے زمانے سے مراسلت تھی، ایک خط ۱۹۷۲ء کا تھا دیکھ کر حضرت بہت خوش ہوئے دوپہر کا کھانا انہیں کے ساتھ ہوا، مغرب کی نماز کے بعد ناظم صاحب کے ہمراہ لکھنؤ روانگی ہوئی مولوی محمود حسن بھی ہمارے ساتھ تھے، رات دس بجے مفکر اسلام کی لکھنؤ کی قیام گاہ ''خاتون منزل'' (جو اب موجودہ ناظم کی قیام گاہ ہے) پہنچے، عشاء کی نماز گھر ہی میں باجماعت ادا کی گئی، اور رات کا کھانا حضرت کے ساتھ ہی ہوا، حضرت کے ایماء سے ہمیں ندوۃ العلماء کے مہمان خانے میں ٹھہرایا گیا۔

صبح کی نماز ندوۃ العلماء کی مسجد میں ادا کی مولانا شمس الحق ندوی اور دیگر علماء سے ملاقاتیں ہوتی رہیں، مہمان خانے میں چائے ہوئی، ناچیز نے قاضی نہال صاحب کے ہمراہ ندوۃ العلماء کا ایک جائزہ لیا بڑے سلیقے اور پلان سے تعمیرات ہوئی ہیں، ششماہی امتحان چل رہا تھا، طلبہ اور اساتذہ دونوں مصروف تھے، میں نے مولوی شاہد علی ندوی صاحب کو اپنی آمد کی اطلاع دی، آں موصوف امتحانی وقفہ کے دوران ہمارے لیے وقت نکال کر آئے، ندوۃ العلماء کے مختلف شعبے اور عمارتیں دکھائیں، ندوۃ العلماء کے دارالشفاء کی تعمیر چل رہی تھی۔

مجلس تحقیقات ونشریات جانا ہوا، اپنے اور احباب کے لیے میں نے مجلس کی تمام مطبوعات (اردو، انگریزی، عربی) کا آرڈر دیا مولوی انیس احمد ندوی اس کے ذمہ دار ہیں، مولوی صاحب نے ہم سے بڑی محبت اور مروت کا معاملہ کیا، ناظم ندوہ آج دوپہر دہلی سے مدینہ جانے والے تھے، لہٰذا فوراً ہم نے ان سے ملاقات کی اور دعا کی درخواست کی، قاضی نہال صاحب حضرت مولانا قمر الزماں صاحب کو روزانہ بذریعہ فون حالات سے مطلع کیا کرتے تھے، رائے بریلی میں میری طبیعت ناساز ہونے کی اطلاع انہوں نے کر دی تھی، حضرت والا نے فرمایا کہ ہردوئی کا راستہ ٹھیک نہیں ہے اور گرمی بھی سخت ہے فوراً چلے آؤ۔

ظہر کی نماز کے بعد حضرت مولانا محمد برہان الدین سنبھلی صاحب سے ملاقات کے لیے ان کے مطب جانا ہوا، حضرت سے میڈیکل کی تعلیم کے زمانے سے ہی مراسلت ہے، بڑے خلیق اور منکسر المزاج بزرگ ہیں، چونکہ سہ پہر کی ٹرین سے الہ آباد جانا طے ہوگیا تھا، حضرت سے بالکل مختصر ملاقات رہی، حضرت نے مزاحاً فرمایا ''آپ نے صرف

مراعات کی ملاقات نہیں کی، ملاقات کے لیے پھر تشریف لائیں۔

ٹرین تقریباً ۵ بجے کے بعد ہی چلی اور رات بارہ بجے الہ آباد پہنچائی، حضرت والا ہماری آمد کے انتظار میں بے چین تھے، رات ہی میں انہیں اطلاع ملی تو اطمینان ہوا۔

الہ آباد کے شب وروز:

دارالمعارف کے مہمان خانے میں ہمارا قیام رہا، روزانہ کئی لوگ آتے اور جاتے، مہمانوں کا انتظام حافظ غلام مرتضیٰ صاحب کے ذمہ تھا، جو بڑے خوش اخلاق اور مستعد آدمی ہیں، ایسی خدمت کرتے کہ کبھی ہمیں شرمندگی ہوتی، کبھی صبح حضرت والا کے مکان سے ناشتہ یہاں آتا اور کبھی حضرت والا اپنے مکان واقع وصی آباد ''بیت الاذکار'' بلا لیتے، حضرت والا عموماً ۱۰ بجے کے قریب بیت دارالمعارف تشریف لائے، کتب خانہ کے کمرے میں مختصر نشست ہوتی، چائے وغیرہ بھی ہوتی، پھر حضرت والا بیت المعارف تشریف لے جاتے ہمیں بھی وہاں پہنچنے کے لیے فرماتے یا ساتھ ہی کار میں لے چلتے۔

بیت المعارف میں آپ کی نشست گاہ کے داہنے طرف ایک کمرہ ہے جس میں اکثر اکابر، مولانا علی میاںؒ، مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مولانا سید قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ وغیرہ قیام کرتے تھے، ناچیز سے فرماتے کہ یہ بڑی برکت والا کمرہ ہے، آپ بھی یہیں قیام کریں، ظہر کی نماز کے بعد طعام کا انتظام ہوتا، اس کمرے میں کچھ دیر کے لیے ہم قیام کر لیتے۔

بیت المعارف میں علماء طلبہ اور طالبین کی آمد کا سلسلہ شام بلکہ رات تک چلتا رہتا، حضرت والا ہر ایک سے اس کی حیثیت کے مطابق سلوک کرتے، حضرت والا کا مزاج نہایت متواضع، متحمل اور سنجیدہ واقع ہوا ہے، کبھی کسی پر ڈانٹ ڈپٹ غصہ کرتے ہوئے ہم نے نہیں دیکھا گوکئی چیزیں خلاف مزاج ہوجاتیں۔

ہمارے الہ آباد جانے کے دوسرے دن سے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چار روزہ جلسہ تھا، اس جلسہ کا سلسلہ گذشتہ ۸۰ سال سے چل رہا ہے، ہر روز جلسے میں جید علماء کی تقاریر ہوتیں، حضرت والا کی صدارت میں ایک جلسے میں ہمیں بھی شرکت کی سعادت حاصل ہوئی، اس جلسے میں پہلی مرتبہ الہ آباد کے مشہور صاحب دل شاعر انیس پرخاصوی کو سننے کا موقع ملا، انیس صاحب نے ایک نعت اردو میں اور ایک بھوج پوری زبان میں ترنم سے سنائی، نعت کے ہر لفظ سے سوز وگداز اور عشق رسول ٹپکتا ہے، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ دل سینے سے باہر نکل پڑیں گے، حضرت والا کے پراثر بیان اور دعا کے بعد جلسہ ختم ہوا، چونکہ دوسرے روز ہماری دیوبند روانگی تھی، لہٰذا دیگر روز کے جلسوں میں شرکت نہ ہوسکی۔

دیوبند سے لوٹنے کے بعد بھی ایک جلسہ مئو میں تھا حضرت والا کے ساتھ وہاں بھی حاضری ہوئی، جلسے میں اکابر علماء تشریف لائے تھے، حضرت والا کی تقریر اور دعا پر رات ڈھائی بجے جلسہ اختتام کو پہنچا۔

خصوصی توجہ:

پورے سفر اور حضر کے دوران حضرت والا کی اس ناچیز پر خاص توجہ اور عنایت رہی، جب بھی کہیں جانا ہوتا تو فرماتے بھئی ڈاکٹر صاحب کہاں ہیں؟ ہمیشہ اپنے قریب ہی بٹھاتے، کھانے پینے، سونے جاگنے اور آرام کا بے انتہا خیال رکھتے، میری طبیعت کا حال معلوم ہوجانے کے بعد بہت زیادہ اہتمام وفکر کرنے لگے، مختلف قسم کے لوگ آپ کی مجلس میں آتے، سب سے میرا تعارف کراتے، اس ناچیز سے مرید ومسترشد کا نہیں بلکہ ایک نہایت عزیز وقریب گھر والے آدمی کا سا معاملہ کرتے اپنی آلودگیا معلوم...... من آنم کہ من دانم

''حضرت والا کے اس سلوک سے شرمندگی ہوتی، کبھی کبھی خوشی بھی ہوتی کہ چلو، میں بھی تو کسی کی نگاہ میں ہوں'' ایک روز مشہور شاعر انصار کامل صاحب چائل سے تشریف لائے، غالبًا میری خاطر فرمائش کرکے ان سے کلام سنوایا، گنگوہ میں حافظ احسان محسن سے جو نابینا ہونے کے باوجود ایک اچھے اور باکمال شاعر ہیں، کلام سنانے کی فرمائش کی، پتہ نہیں وہ کس محویت کے عالم میں تھے چند لمحے کے بعد اٹھ کر کہیں چلے گئے، کیسٹس میں ان کا کلام تھا، حضرت نے مولوی

عبیداللہ سے کہہ کر ان کا کلام سنوایا، معقولات اور منقولات کا ذکر چلا فرمایا کہ کچھ لوگ منقولات پر حاوی ہیں، کچھ معقولات پر تو ہمارے ڈاکٹر صاحب (یہ ناچیز) معلومات پر حاوی ہیں۔

اجازت وخلافت:

واپسی کے لیے جھانسی اور شولا پور کا ریزرویشن نہیں مل رہا تھا، بالآخر ناچار کوالہ آباد سے بمبئ کا ٹکٹ بنوانا پڑا ۲۵/۴/۲۰۰۵ء کی دوپہر الہ آباد، ممبئ ایکسپریس سے روانگی طے ہوگئی، آخری دن ناشتے کے وقت حضرت والا نے پوچھا، بھئ ڈاکٹر صاحب آپ کا پورا نام کیا ہے؟ ناچیز نے عرض کیا سید محمود قادری۔

ناشتے کے بعد باہر صحن میں مدرسہ کے اساتذہ اور دیگر لوگوں کے ساتھ میں بھی تھا حضرت والا ایک لفافہ لے کر باہر تشریف لائے، لفافہ مجھے دیکر فرمایا، اس کو پڑھ لیجئے! میں پڑھا تو رو پڑا، بہت رفیع اور وقیع الفاظ میں اس ناچیز کی اجازت بیعت کا ذکر ہے، حضرت والا نے اپنے لیٹر پیڈ پر تحریری اجازت نامہ ارقام فرمایا ہے، زبان پر آیا کہوں کہ میں ابھی اس قابل نہیں ہوں معاً یہ خیال آیا کہ یہ اعتراض مجیز کی اجازت دینے پر ہوگا، فوراً ساکت ہوگیا، کرسیوں پر بیٹھے ہوئے حضرات میرے جذبات کو ملاحظہ فرمارہے تھے، سب اٹھ کر باہر چلے گئے تو حضرت والا نے ایک نیا رومال، ٹوپی، تسبیح، عنایت فرمائی۔

حضرت والا نے فرمایا کہ آپ دارالمعارف چل کر اپنا سامان درست کر لیجئے ہم ابھی آتے ہیں، میں سامان درست کر کے بیٹھا ہی تھا کہ حضرت والا بھی تشریف لے آئے، ٹرین کی روانگی کا وقت ساڑھے بارہ بجے تھا، مگر فون پر معلوم ہوا کہ ایک گھنٹہ لیٹ ہے، کچھ دیر کے لیے ہم لوگ کتب خانے کے کمرے میں بیٹھے رہے، تقریباً ایک بجے حضرت والا سے مصافحہ ومعانقہ کر کے رخصت ہوا، اسٹیشن تک پہنچانے کے لیے حضرت کے چاروں صاحبزدگان جناب انیس پرخاصوی صاحب اور جناب قاضی نہال صاحب وغیرہ ساتھ تھے، بچشم گریاں ودل بریاں اس ناچیز نے ان کو الوداع کہا، ٹرین ڈیڑھ بجے روانہ ہوئی اور دوسرے دن بارہ بجے ممبئ پہنچی۔

سنٹرل ممبئ میں میرے برادر خورد سید الیاس قادری اقامت گزیں ہیں، حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب کی مجالس میں شرکت کرتے رہتے ہیں، نہایت نیک صالح نوجوان ہیں ایک روز کے آرام کے بعد دوسرے دن صبح کی ٹرین سے نکل کر شام بیجاپور پہنچا، دوسرے روز جمعہ تھا، جامع مسجد کے ذمہ داران میرے انتظار میں تھے، حسب معمول جمعہ کی نماز پڑھانے کی توفیق ہوئی، اکثر لوگ سفر کے تعلق سے دریافت کرتے رہے، کچھ مختصری باتیں زبانی عرض کرتا رہا، بعض احباب کا تقاضہ ہوا کہ سفر کی روداد قلم بند کیجئے بادل ناخواستہ کچھا ہم باتوں کو لکھ دیا ہوں۔

مطلوب ومقصود:

اس پورے سفر کے درمیان ایسا محسوس ہورہا تھا کہ کوئی گوش دل میں کہہ رہا ہے کہ اسفار ملاقاتوں، جلسوں اور ساری تگ ودو کا مقصد صرف رضاء الٰہی ہے، آغاز سفر کے وقت ہی ناچیز نے تمام خیالات کو دل سے نکال کر صرف رضائے الٰہی کو مقصد بنالیا تھا، شاید ملہم غیبی اسی کی بار بار یاددہانی کررہا تھا۔

تصوف وسلوک کا خلاصہ:

جیسا کہ اکابر نے بیان کیا ہے کہ اخلاص واحسان یہ ہے کہ دل میں ہمہ وقت یاد الٰہی رچ بس جائے، اور یادداشت قوی ہوجائے، تمام سلاسل کا مقصد بھی اس چیز کا حصول ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو پوری طرح اپنی زندگی میں اتارنا اور ہمہ وقت یاد الٰہی میں رہنا یہی ذریعہ ہے جس سے ایک سالک اپنے مطلوب ومقصود کو پاسکتا ہے، اس کے علاوہ سب دھوکہ، فریب اور ڈھکوسلے ہیں، جس طرح بلندی پر چڑھنے کے لیے سیڑھی کی ضرورت ہے اور کمان کے بغیر تیر اوپر نہیں جاسکتا، اسی طرح سنت اللہ یہی ہے کہ بغیر کسی راہنما (مرشد) کے عموماً سالک خدا تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا یا راہ بھٹک جاتا ہے، کہنے والے نے سچ کہا ہے ؎

بے رفیقے ہر کہ شد در راہ عشق ☆ عمر بگذشت ونشد آگاہ عشق

مسائل وفقہ

پانچویں قسط

امامت کے مسائل اور احکام

محمد مسعود عزیزی ندوی رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی

کن لوگوں کی اقتداء جائز اور کن کی ناجائز:

دوسرے مسلک کے متبع (مثلاً شوافع، حنابلہ، مالکیہ) کی اقتداء کرنا کیسا ہے؟ درمختار میں ہے کہ دوسرے مسلک کے امام کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے، جیسا کہ شوافع وغیرہ کے یہاں ہے؛ لیکن وتر کی نماز مکروہ نہیں ہوتی اگر امام اختلافی مسائل میں رعایت کرنے والا ہو، اگر رعایت کرنے والا نہ ہو تو صحیح نہیں ہوگی، اور اگر شک وشبہ ہو تو نماز مکروہ ہے، علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ یہی بات معتمد اور صحیح ہے اس لیے کہ محققین نے اسی قول کو ترجیح دی ہے اور مذہب کے اصول بھی اس پر دال ہیں، اکثر مشائخ کا کہنا ہے کہ اگر اس کی عادت اختلافی مسائل میں رعایت کی ہے تو اس کی اقتداء جائز ہے، ورنہ جائز نہیں، اور میں کہتا ہوں کہ یہ اس بنا پر ہے کہ مقتدی کی رائے کا اعتبار ہوگا اور زیادہ صحیح قول بھی یہی ہے، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ امام کی رائے کا اعتبار ہوگا اور اس پر ایک جماعت کا فتوی بھی ہے، النہایہ میں لکھا ہے کہ یہی زیادہ قرین قیاس ہے اور اسی پر فتوی ہے، چنانچہ اقتداء کرنا صحیح ہے اگر چہ وہ احتیاط نہ کرتا ہو اور اگر وہ فروعی مسائل میں اختلاف کرنیوالا ہے تو اس کی اقتداء جائز ہے جب تک کہ اس کی طرف سے کسی ایسے عمل کا پتہ نہ چلے جس سے حنفی مقتدی کے اعتقاد کے مطابق نماز فاسد ہو جاتی ہو اس نماز میں ارکان وشرائط کے فرائض میں رعایت کرتا ہو تو اس کی اقتداء مکروہ نہ ہوگی اگر چہ وہ واجبات اور سنن میں رعایت نہ کرتا ہو، شرح ''المنیہ'' میں بھی ہے اور اسی پر اجماع بھی ہے، صرف اختلاف مکروہ ہونے کے بارے میں ہے، چنانچہ مفسد کے ساتھ یہ قید لگائی گئی ہے نہ کہ غیر کے ساتھ ''رسالۃ الاھتداء فی الاقتداء'' میں ملا علی القاری نے لکھا ہے کہ ہمارے عام مشائخ جواز کے قائل ہیں جب کہ موضع اختلاف میں احتیاط کا پہلو مدنظر رکھتا ہو ورنہ جائز نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ رعایت کرنے والے کی اقتداء بلا کراہت جائز ہے اور اس کے علاوہ کی کراہت کے ساتھ۔

رعایت کی اہم جگہیں یہ ہیں کہ وہ فصد، حجامت، قی، نکسیر وغیرہ سے وضو کرے نہ کہ وہ چیزیں جو ان کے نزدیک سنت ہیں، اور ہمارے نزدیک مکروہ، جیسا کہ تکبیرات انتقال میں رفع یدین کرنا، بسم اللہ کا جہراً وسراً پڑھنا یہ اور اسی طرح کی اور بھی مثالیں ہیں ان میں اختلاف سے خروج ممکن ہی نہیں، چنانچہ ہر ایک اپنے مذہب کی اتباع کرے اور اپنے مشرب کو اختیار کرے، علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ خیر الرملی کے حاشیہ ''اشباہ'' میں عدم کراہت کا قول ہے جب تک کہ اس کی طرف کسی مفسد کا تحقق نہ ہو جائے اور میرا میلان بھی اس طرف ہے۔

اور محشیؒ نے یہ تفصیل کی ہے کہ اگر معلوم ہے کہ وہ فرائض وسنن اور واجبات میں رعایت کرنے والا ہے تو کراہت نہیں اور اگر مذکورہ چیزوں کے چھوڑنے کا علم ہو تو پھر صحیح نہیں ہے اور اگر کچھ معلوم نہ ہو تو مکروہ ہے، اس لیے کہ بعض ایسے اعمال ہیں جن کا ہمارے یہاں ترک کرنا ضروری اور واجب ہے اور امام شافعی کے یہاں ان کا کرنا سنت ہے، تو ظاہر ہے وہ تو اس کو کرے گا، اور اگر معلوم ہو کہ وہ امام واجبات

اور سنن میں رعایت نہیں کرتا تو مکروہ ہونا چاہیئے اس لیے جب واجب کے ترک پر مکروہ ہے تو فرائض کے ترک پر بدرجہا اولی مکروہ ہوگا کیونکہ جب واجب کے ترک کے احتمال پر مکروہ ہے تو اس کے تحقق کے وقت تو بدرجہ اولی مکروہ ہوگا، اور اگر یہ معلوم ہو کہ امام صرف سنن میں رعایت نہیں کرتا تو اس کی اقتداء کرنا درست ہے، اس لیے کہ جماعت واجب ہے اور مکروہ تنزیہی کے چھوڑنے پر یہ مقدم ہے۔

علامہ بیری نے اپنے رسالہ میں اسی طرح بیان کیا ہے حتی کہ دعوی کیا ہے کہ شافعی کی اقتداء کرنے سے تنہا نماز پڑھنا افضل ہے فرمایا کہ بلاشبہ وہ نماز میں ایسا عمل کرتا ہے جس کی وجہ سے ہمارے یہاں نماز کا لوٹانا واجب یا مستحب ہوجاتا ہے؛ لیکن ایک رسالہ میں اس کے علاوہ اس کا جواب دیا ہے۔

علامہ خیرالدین نے الرملی الشافعی سے نقل کیا ہے کہ وہ مخالف کی اقتداء کے مکروہ ہونے کے قائل تھے، جہاں اس کے علاوہ امام ممکن ہو، اور اس کے ساتھ الگ نماز پڑھنے سے افضل ہے اور اس کو جماعت کی فضیلت حاصل ہوجائے گی، اور اس پر الرملی الکبیر کا فتوی ہے اور علامہ سبکی اور علامہ آسوی وغیرہ نے اعتماد ظاہر کیا ہے، شیخ خیرالدین نے فرمایا حاصل کلام یہ ہے کہ ان کے نزدیک اس میں اختلاف ہے اور ہمارے ساتھ اقتداء کرنے میں ان کے پاس صحت وفساد اور فضیلت ہر ایک کی علت موجود ہے، اور ہمارے پاس ان کے خلاف اس کی مثالیں موجود ہیں، اور میں نے اس کو بھی سنا جس پر رملی نے اعتماد ظاہر کیا ہے اور اس پر فتوی بھی دیا ہے اور فقیر کا قول بھی اس مسئلہ میں جو حنفی کا شافعی کی اقتداء کرنے سے متعلق ہے وہی ہے جو رملی کا ہے، اور اسی کو منصف فقیہ نے تسلیم کیا ہے۔ شعر

وانا رملی فقه الحنفی　　لا مراء بعد اتفاق العالمین

''میں فقہ حنفی کا رملی ہوں (اور) دونوں عالموں کے اتفاق کے بعد کوئی جھگڑا نہیں'' مذہب کے دونوں عالموں کے اتفاق کے بعد کوئی جدل نہیں ہے، اور وہ دونوں رملی الحنفی اور رملی الشافعی ہیں، خلاصہ کلام یہ ہے کہ فرائض میں رعایت کرنے والے کی اقتداء کرنا منفرد نماز پڑھنے سے افضل ہے، جب کہ اس کے علاوہ کوئی امام نہ ہو، ورنہ تو اپنے مسلک کے متبع امام کی اقتداء ہی افضل ہے۔

اگر مسجد میں متعدد جماعتیں ہوں، تو حنفی کس کی اقتداء کرے؟

جب مسجد میں متعدد جماعتیں ہوتی ہوں اور حنفی مقتدی کی موجودگی میں شافعی جماعت پہلے ہو تو حنفی مقتدی کو شافعی کی اقتداء کرنا افضل ہے اور تاخیر کرنا مکروہ ہے، اس لیے کہ ایک مسجد میں ہمارے یہاں مکرر جماعت کرنا مکروہ ہے، مگر جب پہلی جماعت اس مسجد والوں کے علاوہ کی ہو یا مکروہ طریقہ پر جماعت ہوئی ہو، تو مکرر جماعت کرنے میں کوئی کراہت نہیں، اس لیے کہ حنفی شافعی کی نماز کے وقت یا تو سنتوں کے پڑھنے میں مشغول ہوگا جو ممنوع ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب جماعت کھڑی ہوجائے تو فرض نماز کے علاوہ کوئی نماز نہ پڑھی جائے یا پھر وہ بیٹھا رہے گا یہ بھی مکروہ ہے کیونکہ یہ جماعت سے اعراض کرنا لازم آئے گا۔

اور اسی طرح حاشیۂ مدنی میں شیخ محمد اکرم اور خاتمۃ المحققین سید محمد امین میر پادشاہ اور شیخ اسماعیل شیروانی سے نقل کیا گیا ہے کہ ان تمام حضرات نے راجح قرار دیا ہے کہ پہلی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہے، شیخ عبداللہ العفیف نے اپنے ''فتاوی العفیفیة'' میں شیخ عبدالرحمان المرشدی کے واسطے سے بیان کیا ہے کہ ہمارے شیخ شیخ الاسلام مفتی بلد اللہ الحرام، شیخ علی بن جاراللہ بن ظہیرہ الحنفی شوافع کی جماعت کے پہلے ہونے کے وجہ سے مستقل شوافع کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور میں ان کے ساتھ شوافع کی اقتداء کیا کرتا تھا اور علامہ شیخ ابراہیم البیری نے واجبات وسنن میں شوافع کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے اقتداء کے مکروہ ہونے کی بنا پر ان سے اختلاف کیا ہے، کہ تنہا نماز پڑھنا افضل ہے، اگر اپنا ہم مسلک امام نہ ملے، امام ابن الہمام کے شاگرد علامہ شیخ رحمۃ اللہ سندی نے بھی ان سے اختلاف کیا ہے اور فرمایا

کہ ان کی اقتداء نہ کرنے میں احتیاط ہے اگر چہ وہ رعایت کرنے والا ہی کیوں نہ ہوں ، اسی طرح علامہ ملاعلی قاری نے فرمایا کہ اگر ہر مذہب کا امام موجود ہو جس طرح ہمارے اس زمانہ میں ہر مسلک کا امام موجود ہے تو اپنے امام کی اقتداء کرنا افضل ہے ، چاہے ان کی جماعت پہلے ہو یا بعد میں اس کی اقتداء کریں ، جس کو عام مسلمانوں نے مستحسن سمجھا ہے اور اہل حرمین واہل قدس اور مصر وشام کے جمہور مسلمانوں نے اسی پر عمل کیا ہے ، جو ان سے الگ ہوں ان کا اعتبار نہیں ہوگا ، علامہ شامی فرماتے ہیں کہ میرا رجحان دوسرے مسلک کے امام کی اقتداء کے سلسلہ میں عدم کراہت کا ہے جب تک کہ وہ فرائض میں غیر مراعی نہ ہو ، اس لیے کہ بہت سے صحابہ کرام وتابعین ، ائمہ مجتہدین تھے اور وہ اپنے مسالک کے اختلاف کے باوجود ایک امام کے پیچھے نماز پڑھتے تھے ، اور اگر کوئی شخص صفوں سے دور ہو کر اپنے ہم مسلک امام کا انتظار کرتا ہے تو وہ جماعت سے اعراض کرنے والا نہ ہوگا ، اس وجہ سے کیونکہ وہ اس جماعت سے اکمل جماعت کا ارادہ رکھتا ہے ۔ (ردالمحتار علی الدر المختار جلد اول ۳۷۹)

کتاب الفقہ میں ہے کہ امامت کے صحیح ہونے کے شرائط میں سے یہ ہے کہ امام کی نماز مقتدی کے مسلک کے مطابق صحیح ہو ، اگر حنفی نے ایسے شافعی امام کے پیچھے نماز پڑھی جس نے خون بہنے کے بعد وضو نہیں کیا تھا یا شافعی نے ایسے حنفی امام کے پیچھے نماز پڑھی جس نے عورت کو چھوا تھا ، تو دونوں صورتوں میں مقتدی کی نماز باطل ہو جائے گی ، اس لیے کہ وہ اپنے امام کی نماز کے باطل ہونے کو جانتا ہے ، اس مسئلہ میں شوافع واحناف کا اتفاق ہے ؛ لیکن حنابلہ اور مالکیہ کا اس میں اختلاف ہے ۔ (کتاب الفقہ (۳۶۶/جلد ۱)

شافعی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے سلسلے میں صاحب فتح القدیر نے لکھا ہے کہ جو امام قبلہ سے ہٹ جائے یا غیر سبیلین سے (پیشاب یا پائخانہ کے راستہ کے علاوہ) سے نکلنے والی نجاست کی وجہ سے وضو نہ کرے یا اس منی کو نہ دھوئے جو ایک درہم کی مقدار سے زیادہ ہو تو صحیح قول کے مطابق نماز نہیں ہوگی ، اگر ایسا نہیں ہے تو نماز ہو جائے گی ، لیکن ایک قول کے مطابق مکروہ ہوگی اور اگر اس نے اجنبی عورت کو چھوا ہے اور پھر وضو نہیں کیا ہے تو صحیح قول کے مطابق اقتداء صحیح نہیں ہوگی ۔ (فتح القدیر ۳۰۵/جلد ۱)

فرض پڑھنے والے کا نفل پڑھنے والے کی اقتداء کرنا:

امامت کی شرطوں میں یہ بھی ہے کہ امام کی حالت مقتدی سے کمتر نہ ہو ، چنانچہ فرض پڑھنے والے کو نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں نماز پڑھنا صحیح نہیں مگر امام شافعی کے نزدیک صحیح ہے ، ایسے ہی رکوع کرنے پر قادر شخص کو ایسے فرد کی اقتداء کرنا جائز نہیں جو رکوع کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو اور نہ صاحب لباس کو ننگے کی اقتداء کرنا جائز ہے ، اس میں احناف وحنابلہ کا اتفاق ہے اور شوافع ومالکیہ کا اختلاف ہے اور پاک شخص ایسے شخص کے پیچھے نماز نہیں پڑھے گا جو ناپاک ہو اور پاکی پر قدرت نہ رکھتا ہے ، اس مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ نے اتفاق کیا ہے اور مالکیہ نے اختلاف کیا ہے ، اور ایسے ہی قاری کو ان پڑھ کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ، ہاں کھڑا ہونے والا شخص اس بیٹھنے والے کی اقتداء کر سکتا ہے ، جو رکوع وسجود پر قادر ہے ، اور جو رکوع وسجود پر قدرت نہیں رکھتا اس کی اقتداء میں نماز درست نہیں ہے ، جب کہ کھڑا ہونے والا رکوع وسجود پر قادر ہو ؛ لیکن اگر امام ومقتدی دونوں رکوع وسجود پر قادر نہ ہوں اور دونوں اشارہ سے نماز ادا کرتے ہیں تو ایک کو دوسرے کی اقتداء کرنا درست ہوگی ، خواہ دونوں بیٹھے ہوں یا لیٹے ، دونوں چیت لیٹے ہوئے ہوں یا ایک دوسرے کے برخلاف ، بس شرط یہ ہے کہ امام کی حالت مقتدی کی حالت سے کچھ بہتر ہو ، جیسا کہ مقتدی چت لیٹا ہو اور امام بیٹھا ہو ، تو ان صورتوں میں نماز پڑھنا صحیح ہوگا ۔ (کتاب الفقہ ج اول صفحہ ۳۷۱)

سیرت نبوی

کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

مولانا مفتی رحمت اللہ ندوی نیپالی مدرسہ فلاح المسلمین تیندوہ، رائے بریلی

مجھ جیسے سیرت نبوی سے نا آشنا طالب علم کا اس موضوع پر کچھ لکھنا سورج کو چراغ دکھانا یا انگلی کٹا کر نہیں بلکہ انگلی میں خون لگا کر شہیدوں میں نام لکھانا ہے، یا پھر یہ سمجھ لیا جائے کہ بڑھیا کی طرح اون کا ایک سوت لے کر بازار مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں نام لکھوانا ہے، مجھ جیسے ذرہ بے مقدار میں کیا تاب ہے کہ خورشید عالم افروز کی جلوہ نمائی کرے، عقل دنگ، دل حیران و پریشان اور قلم شرمسار ہے کہ اس مقدس ومبارک شخصیت کی سیرت طیبہ کے کن پہلوؤں کو اجاگر کرے اور کن صفات حمیدہ کو اخذ کرے؛ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت ایسی ہے کہ آج تک نہ تو ایسی ہستی پیدا ہوئی اور نہ ہی قیامت تک پیدا ہوگی اور نہ ہی ابتدائے آفرینش سے آج تک آفتاب و ماہتاب اور عرش وفرش کو ایسی بابرکت ذات دیکھنا نصیب ہوا، حسن و جمال اور خوبصورتی ایسی کہ اگر چاند دیکھ لے تو وہ بھی اپنے حسن پر شرما جائے اور اس کی روشنی ماند پڑ جائے، فصاحت و بلاغت ایسی کہ خود کو افصح العرب والعجم فرمایا، کلام میں شیرینی و چاشنی ایسی کہ جب بولتے تو پھول جھڑتے، اگر کوئی کٹر دشمن بھی سن لیتا تو وہ بھی گرویدہ ہو جاتا اور "فإذا الذی بینک و بینہ عداوۃ کأنہ ولی حمیم" کا نقشہ نگاہوں کے سامنے پھر جاتا، بابرکت ایسی کہ جس چیز پر ہاتھ رکھ دیا وہ پوری جماعت کے لیے کافی ہوگئی، بارعب ایسے کہ اگر کوئی اچانک دیکھے تو مرعوب ہو جائے اور قریب ہو تو گھل مل جائے اور شیدائی بن جائے، جود وسخا اتنا کہ قرض تک لینے کی نوبت آجاتی، صدق و امانت کی پاسداری ایسی کہ بچپن ہی میں صادق و امین کا لقب مل گیا، بہادری و جوانمردی اتنی کہ اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی، عفو و درگزر اس قدر کہ اپنے محبوب چچا حضرت حمزہ کے قاتل کو بھی معاف کر دیا اور فتح مکہ کے موقع پر یہ اعلان عام کر دیا "الیوم یوم المرحمہ" آج مہربانی کا دن ہے اور "لاتثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء" آج پکڑ دھکڑ نہیں، جاؤ سب آزاد ہو محتاط اور بےضرر اتنا کہ ساری زندگی اپنے دست مبارک سے کسی دشمن تک کو ضرر نہیں پہنچائی، جامع الصفات والکمالات ایسی کہ پوری تاریخ اور کتب سیر کا مطالعہ کرتے چلے جائیے کہیں اس جیسی مثال نظر تک نہ آئے گی۔

سیرت ایسی کہ فلاح دارین کے لیے اس کو اپنانے اور اختیار کرنے کا حکم فاطر السموات والارض نے دیا ہے اور "ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" کا اعلان فرما کر حکم جاری کر دیا ہے، اخلاق ایسے کہ اس کی نظیر اس سے پیشتر دیکھنے میں نہیں آئی اور نہ تا قیامت آئے گی، اس کی شہادت کے لیے رب العرش العظیم کی گواہی سے بڑھ کر اور کس کی گواہی ہو سکتی ہے کہ "وانک لعلی خلق عظیم" جیسے خزانہ لازوال سے نواز دیا، انسانیت کے لحاظ سے کامل اتنی کہ اس کے بعد کسی کے آنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

اس موقع سے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعثت سے پہلے عربوں کے اندر پائی جانے والی بداخلاقیوں اور خرابیوں پر ہلکی سی روشنی ڈال دی جائے تاکہ اس ظلمت کدہ میں آپ کی دعوت وتبلیغ کی حقیقت آشکارا ہو جائے۔

مصر و یونان کی تہذیب کا چراغ گل ہو چکا تھا اور روم وعجم کے تمدن

کی شمعیں ٹمٹمارہی تھیں اور دنیا کے کسی گوشے میں شائستگی کے آثار نظر نہیں آرہے تھے، عرب میں چوری ورہزنی، لوٹ مار، قتل وغارتگری، زنا کاری وبدکاری عام رواج پا چکے تھے، وہ شراب، جوئے کے خوگر ہوگئے تھے، جہاں چار آدمی جمع ہوجاتے شراب اور جوا شروع ہوجاتا، قابل شرم بات تو یہ ہے کہ روپئے پیسے گزر کر بیوی بچوں تک کی بازی لگنے لگتی، عرب عیاشیوں، فحاشیوں کا مرکز بن چکا تھا، طرح طرح کی بے حیائیوں کے وہ دلدادہ ہوگئے تھے، لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی سپرد خاک کردینے میں ادنیٰ تأمل نہ کرتے، مختصراً یہ کہ ان میں ہر ہر برائی پائی جاتی تھی، کس کس کا ذکر کیا جائے اور کس کو ترک۔

الغرض دنیا کے ہر ہر گوشے، ہر ہر چپے اور ہر ہر خطے میں ''ظلمات بعضھا فوق بعض'' کا ہی نقشہ کھینچا ہوا تھا، امیدوں کا کوئی چراغ نظر نہ آرہا تھا، چاروں طرف مایوسی ہی مایوسی کے بادل چھائے ہوئے تھے کوئی کاشف دکھائی نہ دے رہا تھا، کارواں میں رہروؤں کے قدم ڈگمگا گئے تھے، دستگیری کے لیے کوئی رہبری موجود نہ تھی، اس حالت زار پر خداوند قدوس کو رحم آ گیا اور عین اسی حالت میں بطحا کی سنگلاخ وادیوں سے ایک روشنی نمودار ہوئی جس کی شعائیں آہستہ آہستہ پوری دنیا میں پھیل گئیں، اور اس کی کرنوں سے سارا عالم جگمگا اٹھا، خارستان کے اندر سے ایک پھول کھلا جس کی خوشبو سے پوری فضا معطر ہوگئی اور مرجھائے ہوئے گلشن میں رعنائی آ گئی، خاندان بنی اسماعیل میں ایک فرزند ارجمند نے جنم لیا جس سے عربوں کی قسمت چمک اٹھی، انسانیت کی مردہ رگوں میں زندگی کی لہر دوڑ گئی، ہر طرف خوشیوں امیدوں کی قندیلیں جل اٹھیں اور چھٹی صدی عیسوی میں کفر وشرک کے مسموم ماحول میں دم توڑتی سرزمین مکہ توحید کے نغموں سے گونج اٹھی، جس کی منظر کشی علامہ حالی نے یوں فرمائی:

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمین جس نے ساری ہلادی

لیکن اسلام کا بول بالا، غلبہ وتسلط اچانک اور آناً فاناً بغیر کسی تگ ودو اور مشقت کے ہی نہیں ہوگیا بلکہ اس کے لیے آپ کو شعب ابی طالب میں تین سال تک محصور رہنا پڑا، فقر وفاقہ کی صعوبتیں جھیلنی پڑیں، عزیز وطن مکہ مکرمہ کو خیرآباد کہنا پڑا، آپ پر عرصہ حیات تنگ کیا گیا، ایسے ناموافق حالات کا سامنا کرنا پڑا جس میں بڑے بڑے بہادروں کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں، ہمت پست ہوجاتی ہے اور قویٰ جواب دے جاتے ہیں؛ لیکن قربان جائیے اس نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم پر جس نے صبر واستقلال سے ان سارے طوفانوں کا مقابلہ کیا اور اپنے کام میں مگن رہا، پھر چشم فلک نے نظارہ کیا اور چرخ نیلی فام نے دیکھا کہ دنیا کی کایا کیسے پلٹی اور چند سالوں ہی کے اندر سارے عرب پر کیسے قبضہ ہوگیا، مردہ دلوں کی کھیتیاں کیسے لہلہا اٹھیں، روم وایران کی سپر طاقتوں کے پرخچے کیسے اڑ گئے، خانہ کعبہ کے تین سو ساٹھ بتوں کے بچاریوں کے اندر داعی اسلام نے ایمان کا کیسا صور پھونک دیا کہ ان کی زندگیاں آئندہ نسلوں کے لیے مشعل راہ بن گئیں۔

بقول اکبرالہ آبادی کے

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

//////☆☆☆☆☆///////

گزارش

ماہنامہ نقوش اسلام ایک دینی، دعوتی، تاریخی، معلوماتی، ادبی اور اصلاحی رسالہ ہے، اسے خود بھی پڑھیے اور اپنے زیادہ سے زیادہ احباب کو بھی اس کے پڑھنے کی ترغیب دیجیے، اس کی سال بھر کی ممبری فیس صرف ۱۰۰/روپیہ ہے۔

(ادارہ)

شعائر اسلام

قربانی ایک اہم عبادت اور شعائر اسلام ہے

حمید اللہ قاسمی کبیر نگری

قربانی ''قربان'' سے مشتق ہے، قربان ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جائے، قربانی ایک اہم عبادت اور اسلام کا ایک ایسا شعار ہے جس میں اپنی پیاری جان کو خدا کے حضور پیش کیا جاتا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ ہم اس مہینہ میں اپنے محبوب شئی کو اللہ کی راہ میں قربان کریں، جیسا کہ اس مہینہ میں عشق و محبت سے سرشار باپ نے راہ خدا میں اپنے فرزند ارجمند، جو ضعیفی میں ہونے والی اپنی اکلوتی اولاد تھی، اسی مجسم صبر و شکر کے پیکر لاڈلے حضرت اسماعیل کو قربان کردینے کی ایسی جسارت کی، جس کی مثال سے دنیا حیران وانگشت بدنداں ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو قربان کرنے کا یہ منظر خواب میں دیکھ کر کیا تھا؛ بلکہ اسے ابراہیم علیہ السلام نے حقیقت میں بدل کر تسلیم ورضا کا انمٹ نقش چھوڑ دیا، یہی نہیں بلکہ فرزند ارجمند نے بھی خواب کو سن کر فرمایا ''اے ابا جان! آپ کو جو حکم ہوا ہے وہ کر گزریئے، یقیناً اللہ تعالیٰ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے'' چنانچہ اس واقعہ میں ایک باپ بیٹے کی فقید المثال قربانی کی یادگار ہے جس کو دنیا حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کے نام سے جانتی ہے، اس لیے ہمیں ان کی قربانی سے یہ سبق لینا چاہئے کہ انسان کی وفاداری اس وقت تک غیر معتبر ہے جب تک وہ اپنی عزیز سے عزیز چیز کو اللہ کی خاطر اس کے رسول کی خاطر قربان کردینے کے لیے ہر وقت تیار نہ رہے، جب اس میں یہ حوصلہ پیدا ہو جائے کہ اگر اس سے ایسی چیز کی قربانی طلب کی جائے جو اسے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہو اور آنکھ بند کر کے قربانی کے لیے تیار ہو جائے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرماتا ہے: "لن تنال البر حتی تنفق مما تحبون" کہ ہرگز نہیں پہنچ سکتے تم کامل نیکی تک جب تک کہ تم اپنی محبوب چیز خرچ نہ کرو، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسان تبھی اللہ کا پیارا ہو سکتا ہے جب تک اپنی اچھی سے اچھی چیز خرچ نہ کرے۔ (پارہ ۴؍ رکوع نمبر ۱)

غرضیکہ قربانی ایک اہم عبادت اور شعائر اسلام ہے، قربانی کا بڑا اجر و ثواب ہے، قربانی کے دنوں میں یہ نیک کام سب نیکیوں سے بڑھ کر ہے؛ لیکن ظاہری بات ہے کہ قربانی کا حق کما حقہ ہم اسی وقت ادا کر سکتے ہیں اور اس کے اجر و ثواب کے مستحق ہم اسی وقت ہو سکتے ہیں جب ہم اللہ کے حکم اور فرمان رسول کو سامنے رکھ کر قربانی کریں گے، توریت کے ایک باب ''پیدائش'' میں خدا فرماتا ہے: '' کہ تو نے ایسا کام کیا اور اپنا بیٹا، ہاں اپنا اکلوتا بیٹا، دریغ نہ رکھا، میں نے اپنی قسم کھائی کہ میں برکت دیتے ہی تجھے برکت دوں گا اور بڑھاتے ہی تیری نسل کو آسمان کے ستاروں اور دریا کے کناروں کی ریت کے مانند بڑھاؤں گا اور تیری نسل اپنے دشمنوں کے دروازہ پر قابض ہوگی اور تیری نسل سے زمین کی ساری قوم برکت پائے گی؛ کیونکہ تو نے میری بات مانی''۔ (توریت ۲۲-۱۶)

دنیا میں بے شمار آدمی اپنی طاقت کے مطابق عید الاضحیٰ کے دن قربانی کرتے ہیں؛ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کی حقیقت کچھ اور ہی ہے، دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جو قربانی تھی وہ پیغمبرانہ اور روحانی زندگی کی اصل وصیت قربانی ہی تھی جیسا کہ توریت اور قرآن پاک دونوں سے یہ بات ثابت ہے کہ ملت ابراہیمی کی اصل بنیاد قربانی تھی اور اسی امتحان و آزمائش میں کھرے اترنے کے بعد

آپ اور آپ کی اولاد ہر قسم کی نعمت لازوال اور برکت بیش بہا سے مالا مال ہوئیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''قربانی کے دنوں میں کوئی نیکی اللہ تعالی کو قربانی سے بڑھ کر پسند نہیں''۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

قرآن پاک میں اللہ تعالی فرماتا ہے "فصل لربک وانحر" یعنی اپنے رب کے نام نماز پڑھو اور قربانی کرو، ایک دوسری جگہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ''میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ ہی کے لیے ہیں'' قرآن کریم کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کا سلسلہ ابتداء آفرینش سے جاری ہے اور تمام امتوں میں قربانی کا تصور ملتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ طریقۂ قربانی الگ الگ رہا ہو، تاہم اس قربانی میں جو سوز و گداز پیدا ہوتا ہے وہ اسوۂ براہیمی کا نتیجہ ہے؛ کیونکہ مسلمان جب قربانی کرتا ہے تو وہ ایک عبادت کی ادائیگی تو کرتا ہی ہے، ساتھ ہی ساتھ سنت ابراہیمی کو زندہ کرنے کا ثواب بھی حاصل کرتا ہے، اس لیے اسلام نے جن دنوں کا تعین کیا ہے وہ وہی دن ہیں جن میں حضرت ابراہیم نے اپنی تاریخی قربانی کی تھی اور عشق الٰہی کا ایک ریکارڈ قائم کیا تھا۔

حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے واقعہ کی حقیقی اہمیت یہی ہے کہ اس میں ایثار و قربانی کی کٹھن منازل کو آسانی سے طے کرنے کا راز علامتی انداز میں بیان کیا گیا ہے، جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت راہ حقیقت کے سالک کی علامت ہے اور حضرت اسماعیل کی شخصیت فطری محبت کے موضوع کی نمائندگی کرتی ہے اور اس میں ذات باری تعالی سے حقیقی اور روحانی محبت کا عکس جھلکتا ہے، چنانچہ حدیث پاک میں بھی قربانی کے تعلق سے حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''سب سے پہلا کام جو ہم عیدالاضحیٰ کے روز کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں پھر واپس جا کر قربانی کرتے ہیں، جس نے اس پر عمل کیا اس نے ہمارے طریقے کے مطابق عمل کیا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو اس کا شمار قربانی میں نہیں ہے؛ بلکہ وہ ایک گوشت ہے جو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے مہیا کیا ہے''۔ اس حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات کی تفصیل بیان کی گئی ہے، مثلاً عید کی نماز پڑھنا، نماز عید کے بعد قربانی کرنا، اس کے علاوہ اس حدیث سے قربانی کو سنت محمدیؐ قرار دینا اور نماز عید سے پہلے قربانی کرنے والے کی تادیب وغیرہ'' معلوم ہوا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود قربانی کرتے تھے، جو اسوۂ نبوی کا ایک حصہ ہے، اس سے زیادہ اور کیا وضاحت ہوسکتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے عمل سے قربانی کی سنت کو مسلمانوں کے لیے خیر و برکت کا مجموعہ قرار دیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قربانی کے دن میں کوئی نیک عمل اللہ تعالی کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ نہیں ہے اور قیامت کے دن قربانی کا جانور اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ اللہ کے سامنے پیش ہوگا، قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے یہاں شرف قبولیت حاصل کرلیتا ہے، لہٰذا اے ایمان والو تم خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو، اس میں بڑی فضیلت و برکت ہے اور جو شخص استطاعت ہونے کے باوجود قربانی نہیں کرتا ہے، اس کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی ناگواری کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے ''کہ جس شخص پر قربانی واجب ہے اور وہ قربانی نہیں کرتا تو وہ ہماری عیدگاہ میں ہرگز نہ آئے۔ (رواہ احمد وابن ماجہ)

روایتوں میں آتا ہے کہ قربانی کے جانور کو خوب کھلاؤ، اس کی دیکھ ریکھ کرو اور کھلا پلا کر موٹا کرو؛ کیونکہ کل قیامت کے دن وہ پل صراط پر ہماری سواری بنے گا، اس لیے ضروری ہے کہ ہم اچھی سے اچھی قربانی کریں جس سے اللہ بھی خوش ہوجائے اور ہماری آخرت بھی سنور جائے؛ لیکن آج کے اس پرفتن دور میں جہاں لوگ اسلام کے بہت سارے احکام کو بوجھ سمجھ کر کرتے ہیں، وہیں قربانی جیسی اہم اور عظیم الشان عبادت کو بھی مال کا ضیاع سمجھتے ہیں، اس لیے تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ ہر سال اخلاص نیت اور خوش دلی، رغبت و شوق کے ساتھ قربانی کیا کریں۔ ☆☆

خوشخبری

۴۵ر جلدوں پر مشتمل فقہی انسائیکلوپیڈیا اوراس کے اردو ترجمہ کی فقہ اکیڈمی کے ذریعہ تکمیل

اسلامی فقہ اکیڈمی

فقہ اسلامی کو پیش کرنے کا انسائیکلوپیڈیائی اندازاسلوب:

فقہ اسلامی اپنی عہد بہ عہد نشوونما اور تدوین میں مختلف مراحل سے گزری ہے، اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہونے اور مختلف نئی قوموں کے اسلام میں داخل ہونے سے بہت سے ایسے سوالات اور مسائل مسلمانوں کے سامنے آئے جن کا صریح حکم قرآن وحدیث میں موجود نہ تھا، اس لیے فقہاء صحابہ وتابعین کو اجتہاد کرنے کی ضرورت پیش آئی، چنانچہ انہوں نے کتاب وسنت اور مقاصد شریعت کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل کا شرعی حل تلاش کیا اور اجتماعی اجتہاد کا یہ سلسلہ پوری اسلامی تاریخ میں جاری رہا۔

موجودہ دور سائنسی انقلاب کے ساتھ علمی انقلاب کا بھی دور ہے، علوم وفنون کی ترقیوں کے ساتھ ساتھ خود ان کو پیش کرنے میں تنوع اور جدت پیدا کی جارہی ہے اور علمی استفادہ کو آسان سے آسان تر بنانے کی کوششیں جاری ہیں، انسائیکلوپیڈیائی اسلوب، نظریہ سازی کا اسلوب، رجحانات کا اسلوب، قانونی دفعات کا اسلوب وغیرہ اسی طرح کی کوششیں ہیں، عصر حاضر کے علمی انقلاب کو دیکھتے ہوئے فقہ اسلامی میں اس رجحان کو اپنانے کی ضرورت محسوس کی گئی اور مختلف حلقوں کی جانب سے اس خواہش کا اظہار کیا گیا کہ انسائیکلوپیڈیائی طرز پر فقہ اسلامی کی ترتیب جدید انجام دی جائے، اس اسلوب کی خوبی یہ ہو کہ اس میں حروف تہجی کی ترتیب سے آسان زبان اسلوب میں مسائل ومعلومات یکجا کردیئے جائیں جس کی وجہ سے عام اہل علم کے لیے بھی مطلوبہ معلومات تک رسائی اور استفادہ آسان ہوجائے اور اصحاب تحقیق کو اس اسلوب میں اسلاف کی محنت پر یکجا نظر ڈالنے کا موقع مل جائے۔

موسوعاتی طرز کی تصنیفات میں ''فتاوی ہندیہ''، ''مجلة الأحكام العدلية'' نیز ''مرشد الحيران في معرفة أحوال الانسان الاحكام الشرعية في الأحوال الشخصية اور '' العدل والانصاف في أحكام الأوقاف'' وغیرہ ہیں، فقہ کی موسوعاتی ترتیب کی طرف بہت سے علماء نے توجہ دی، چنانچہ موسوعہ فقہیہ کے نظریہ کا تذکرہ شیخ محمد راغب الطباخ نے ''الافصاح لابن هبيرة'' کے مقدمہ میں اور شیخ محمد بن حسن الحجوی نے اپنے مقالہ ''منزلة الفقه في الاسلام'' کے آغاز میں واضح طور پر کیا ہے۔

فقہی انسائیکلوپیڈیا کی تاریخ:

اس نئے علمی منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے سب سے پہلی آواز ۱۹۵۱ء میں پیرس میں منعقدہ ''فقہ اسلامی ہفتہ کانفرنس'' میں بلند کی گئی، جس میں عالم اسلام کے ممتاز علماء وفقہاء کی ایک جماعت شریک تھی، اس کانفرنس نے ایک ایسے فقہی موسوعہ کی تیاری کی سفارش کی جس میں فقہی احکام کو جدید اسلوب اور حروف تہجی کی ترتیب سے پیش کیا جائے۔

۱۹۵۶ء میں اس عالمی تاریخی فیصلہ کو روبہ عمل لانے کے لیے باضابطہ کوششوں کا آغاز ہوا، دمشق یونیورسٹی کے کلیة الشرعیة کے تحت ایک کمیٹی نے کوشش شروع کی اور موسوعہ کے نظریہ کو عملی جامہ پہناتے ہوئے پہلا پمفلٹ اس کمیٹی کی طرف سے ''موسوعة الفقه الاسلامي-فكرتها منهجها'' کے عنوان سے دمشق یونیورسٹی سے ۱۹۵۹ء میں شائع کیا گیا، اور پھر ۱۹۶۱ء میں ایک جزء بحوث موسوعہ کے نمونہ کے طور پر لوگوں کی رائے حاصل کرنے کے لیے شائع کیا گیا، جسے شام ومصر کے کچھ منتخب فقہاء نے تیار کیا تھا؛ لیکن سب سے اہم

کوشش "جمعية الدراسات الاسلامية" قاہرہ کی ہے جس کے صرف دو جزء شائع ہو سکے، اس کے بعد شام میں موسوعہ کے سلسلہ میں کچھ تمہیدی کام منظر عام پر آئے جیسے "معجم فقه ابن حزم" اور "دليل مواطن البحث عن المصطلحات الفقهيه" مصر کی وزارت اوقاف نے بھی ۱۹۶۱ء میں "المجلس الأعلى للشؤن الاسلامية" کے تحت تشکیل دی گئی مختلف کمیٹیوں کے ذریعہ موسوعہ کی تیاری کی کوشش کی؛ لیکن اس کی طرف سے موسوعہ کی صرف پہلی جلد ۱۹۶۵ء میں شائع ہو سکی، جب کہ اس کی پندرہ جلدیں تیار ہو چکی تھیں، جو حرف ''ہمزہ'' کی اصطلاحات کی حدود میں ہیں، لیکن اس کی طرف سے تیار کردہ موسوعہ کی تمام جلدیں اب تک شائع نہیں ہو سکی ہیں۔

وزارت اوقاف کویت کا کارنامہ:

موسوعہ فقہیہ کی تکمیل کے منصوبہ کو یقینی بنانے کے لیے ۱۹۶۷ء میں کویت کی ''وزارت اوقاف واسلامی امور'' نے اس منصوبہ کا بیڑا اٹھایا، اور پہلے مرحلے میں پانچ سالوں پر محیط مدت کے دوران خاکہ کی تیاری کا کام مکمل کیا گیا، جس میں ''المغنی لابن قدامہ'' کا ایک فقہی معجم تیار کیا گیا اور اس کے ضمن میں پچاس بحثیں لکھی گئیں، جن میں سے صرف تین بحثیں تمہیدی ایڈیشن کے طور پر شائع کی گئیں اور ان بحثوں پر پوری دنیا کے منتخب اہل علم سے رائے طلب کی گئی اور یہ مرحلہ ۱۹۷۱ء کے اواخر تک جاری رہا، اس کے بعد کچھ وقفہ تک انتظار کیا گیا تا کہ اس پر لوگوں کی مثبت یا منفی آراء سامنے آ جائیں، چنانچہ اندرون وبیرون ملک کے اہل علم اور دانشوروں کی طرف سے اس عظیم منصوبہ کو پیہم انجام دیتے رہنے کے لیے اپیلیں اور مخلصانہ تحریریں آئیں، لہٰذا ۱۹۷۵ء میں بعض تمہیدی کاموں، ماہرین سے رابطہ اور باصلاحیت افراد کو اکٹھا کرنے کا باقاعدہ آغاز ہوا، یہ سلسلہ بعد کے دو سالوں تک جاری رہا، جن کے دوران تجویزیں اور آراء حاصل کی گئیں، اور اس کام کو شروع کرنے کے لیے مناسب ترین طریقہ اختیار کرنے کی غرض سے ان تجاویز پر غور وخوض کیا گیا اور اس سلسلہ میں متعدد اقدامات کئے گئے، مثلاً ان علمی اداروں اور افراد سے دوسری مرتبہ رابطہ جن کو علم فقہ، اسلامی مطالعات اور اسلامی امور سے دلچسپی ہے اور سابقہ بحثوں میں سے مزید ۹ نمونوں کو منتخب کر کے تمہیدی ایڈیشن کے طور پر شائع کیا گیا، تا کہ مزید آراء اور تجویزیں حاصل کی جا سکیں اور پھر منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے عملی آغاز کا اعلان کیا جا سکے۔

دوسرے مرحلہ میں ۱۹۷۷ء میں موسوعہ فقہیہ کے لیے عمومی کمیٹی کی تشکیل وزارت اوقاف کے تحت عمل میں آئی، جس نے فقہی بحثوں کو لکھنے کے لیے ایک واضح خاکہ تیار کر کے اس کے مطابق کام کا آغاز کیا اور اس کی نظر ثانی وتوثیق کے لیے عالم اسلام کے ممتاز وماہر فن علماء وفقہاء کی خدمات حاصل کیں اور اس طرح مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے موسوعہ فقہیہ کی جمع وترتیب کا کام باقاعدہ اور منظم انداز میں شروع ہوا۔

موسوعہ فقہیہ کا جدید منہج اور منفرد اسلوب:

وزارت اوقاف کویت سے شائع کردہ اس موسوعہ میں تیرہویں صدی ہجری تک کے فقہ اسلامی کے ذخیرہ کو جدید اسلوب میں پیش کیا گیا ہے اور چاروں مشہور فقہی مسالک (فقہ حنفی، فقہ مالکی، فقہ شافعی، فقہ حنبلی اور بعض مقامات پر فقہ ظاہری) کے مسائل ودلائل کو سمونے اور سمیٹنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے، موسوعہ میں مختلف مسائل کو ان سے مختلف فقہی رجحانات کے ذیل میں ذکر کیا گیا ہے نہ کہ مذاہب فقہیہ کی ترتیب سے جس کی وجہ سے کسی مسئلہ سے متعلق فقہی تصور واضح صورت میں سامنے آ جاتا ہے، اختلاف واتفاق کے محل متعین ہو جاتے ہیں اور تکرار مسئلہ سے بڑی حد تک تحفظ ہو جاتا ہے، ہر مسلک کے اقوال اور دلائل اسی مسلک کی مستند ترین کتابوں سے نقل کئے گئے ہیں، معروضی انداز سے ہر فقیہ کا نقطہ نظر اور اس کے دلائل موسوعہ میں شامل کئے گئے ہیں، موازنہ وترجیح کی کوشش نہیں کی گئی ہے، دلائل کے حوالہ جات ہر صفحہ پر درج کئے گئے ہیں، نیز احادیث کی تخریج بھی کی گئی ہے۔

بڑے سائز کے چار یا ساڑھے چار سو صفحات پر مشتمل موسوعہ کی ہر جلد کے آخر میں سوانحی ضمیمہ شامل کیا گیا ہے، جس میں اس جلد میں مذکور فقہاء

کے مختصر سوانحی خاکے مع حوالہ جات درج کئے گئے ہیں، اصولی مسائل اور موجودہ دور کے وہ نئے مسائل جن میں اختلاف آراء کی گنجائش ہے ان کو اصل موسوعہ میں شامل نہیں کیا گیا؛ لیکن انہیں علیحدہ ضمیموں کی صورت میں پیش کرنے کا منصوبہ ہے، مذہبی بحثوں، شخصی ترجیحات اور قانون سازی جیسے موضوعات کو اس فقہی موسوعہ سے باہر رکھا گیا ہے، تحریر مسائل کے لیے یہ طریقہ اپنایا گیا ہے کہ کسی ایک فقہی اصطلاح یا لفظ کا پہلے لغوی پھر شرعی معنی ومفہوم بتایا جاتا ہے، پھر اس اصطلاح ولفظ رکھنے والے یا اس کے مشابہ دیگر فقہی الفاظ کے معانی ومفاہیم اور ان کے باہمی فرق پر روشنی ڈالی جاتی ہے، اس کے بعد اس لفظ کے شرعی حکم اور دلائل کا ذکر ہوتا ہے، آخر میں یہ بتایا جاتا ہے کہ فقہاء کرام نے اس لفظ سے متعلق بحث کتب فقہ میں کن کن ابواب ومقامات پر فرمائی ہے۔

موسوعہ فقہیہ کی ترتیب الف بائی رکھی گئی ہے، یعنی تمام مصطلحات کو حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کیا گیا ہے، یہ عمل موسوعہ کی سب سے اہم خصوصیت ہے، چونکہ اس سے ترتیب اور مسائل کی تلاش آسان ہوجاتی ہے، مصطلحات کی ترتیب کے وقت اس کی موجودہ ہیئت ترکیبی کو پیش نظر رکھا گیا ہے، جیسے لفظ ''اتلاف'' کا تذکرہ ''ات'' کے ذیل میں آئے گا نہ کہ ''تلف'' کے ذیل میں؛ کیونکہ اس طریقہ سے مصطلحات کو پیش کرنے سے تلاش وتحقیق میں مزید آسانی پیدا ہوجاتی ہے، اسی طرح مرکب الفاظ میں ان کے اولین اجزاء کی ترتیب کا لحاظ کیا گیا ہے، پھر اس کے بعد آنے والے حروف کی باہمی ترتیب بھی پیش نظر رکھی گئی ہے، جیسے لفظ ''صلاۃ'' اور اس کی طرف اضافت کئے گئے الفاظ جیسے صلاۃ الفجر اور صلاۃ الوتر وغیرہ، ان تمام خوبیوں اور محاسن کا جامع یہ عظیم الشان انسائیکلوپیڈیا عربی زبان میں ۴۵/جلدوں پر مشتمل ہے، جو عمدہ طباعت اور بہترین گیٹ اپ کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔

موسوعہ فقہیہ کے اردو ترجمہ کی اہمیت اور ضرورت:

اردو زبان کی وسعت وہمہ گیری اور اہمیت کے پیش نظر یہ ضروری محسوس ہوا کہ فقہی موسوعہ کے اس عظیم سرمایہ کو اردو میں منتقل کیا جائے، فقہی انسائیکلوپیڈیا کے اردو ترجمہ سے جہاں ایک طرف جدید اور سہل اسلوب میں اسلامی فقہ وقانون کے مکمل سرمایہ سے اردو خوان طبقہ کے لیے استفادہ ممکن ہو سکے گا، وہیں برصغیر ہندوپاک اور بنگلہ دیش وغیرہ کے ماہرین قانون کے لیے بھی یہ فقہی انسائیکلوپیڈیا ایک قیمتی تحفہ ثابت ہوگا، چنانچہ حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ سابق سکریٹری جنرل اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کی توجہات کے نتیجہ میں موسوعہ کے اس عظیم سرمایہ کے ترجمہ کا بیڑا اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے اٹھایا اور ۱۹۹۸ء سے یہ کام شروع کیا اور الحمدللہ بہت ہی خوش اسلوبی سے ۴۵/جلدوں کے ترجمہ کے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

موسوعہ فقہیہ عربی اور اردو میں یکسانیت:

ترجمہ کی معنوی خوبیوں کے ساتھ ساتھ اس کی شکل وظاہری خوبی کا بھی اہتمام کیا گیا ہے، اس سلسلہ میں یہ بات ملحوظ رکھی گئی ہے کہ عربی موسوعہ کے صفحہ کا جو سائز اور دو کالمی طرز ہے اور جو مرکزی عناوین اور ذیلی عناوین کی ترتیب ہے اس سب کی اردو ترجمہ میں پابندی کی گئی اور نئی سطروں کے آغاز اور فقروں کے نمبرات بھی ہو بہو رکھے گئے ہیں، البتہ بعض عناوین یا فقرہ نمبرات جو فہرست میں ہیں اور متن کتاب میں چھوٹ گئے ہیں، یا متن کتاب میں تو موجود ہیں؛ لیکن فہرست میں ان کا ذکر ہونے سے رہ گیا ہے، تو ایسی تمام جگہوں پر تصحیح کر دی گئی ہے، اور متن کتاب کے عناوین وفقرہ نمبرات اور فہرست میں یکسانیت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

فقہی انسائیکلوپیڈیا (اردو) طباعت اور تقسیم:

موسوعہ فقہیہ کے ترجمہ کے کام کے آخری مرحلہ میں داخل ہوجانے کے بعد اس کی طباعت شروع ہوئی، چنانچہ پہلی جلد کی طباعت مکمل ہوچکی ہے، طباعت میں بھی اصل عربی موسوعہ کی طباعت کو مدنظر رکھتے ہوئے کاغذ، بائنڈنگ، ریگزین اور طباعت غرض تمام باتوں میں اصل عربی کتاب اور ترجمہ شدہ کتاب دونوں کی ظاہری ہیئت میں بھی یکسانیت پیدا کرنے کی عمدہ کوشش کی گئی ہے۔

حقائق

خشونت سنگھ کے اعتراضات کے جواب

محترمہ صفیہ اقبال رکن مسلم پرسنل لا بورڈ

ہندوستان ٹائمس مورخہ ۳/نومبر ۲۰۰۷ء میں آپ کا مضمون بعنوان ''مسلمان کیوں پیچھے رہ گئے؟'' سے کچھ تعجب نہیں ہوا، روشن خیال صحافت کے پرانے کھلاڑی ہوتے ہوئے آپ مسلمان خواتین سے متعلق موضوعات کی مخالفت کرنے سے نہ چوکے؛ لیکن آپ مفتی کیسے بن گئے اور کہہ دیا کہ قرآن شراب کو ممنوع نہیں کرتا، صرف نشے میں ہونے سے منع کرتا ہے، جب کہ قرآن کہتا ہے: ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو، امید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہوگی''۔(المائدہ ۹۰)

اس آیت کو سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں کہ قرآن ان تمام نشہ آور اشیاء کو حرام کرتا ہے، جن میں نشہ پیدا کرنے کی خاصیت ہو۔

اللہ کا شکر ہے کہ خنزیر کی حمایت میں آپ دوبارہ مفتی بن کر قرآن سے اس کے حلال ہونے کی دلیل نہیں لائے؛ کیونکہ قرآن صاف طور پر خنزیر کو حرام ٹھہراتا ہے، آج سائنس سے ثابت ہوگیا ہے کہ خنزیر کھانے سے جسم میں کتنی بیماریاں جنم لیتی ہیں اور یہ بھی کہ انسان جس قسم کی غذا کھاتا ہے اس سے اس کا اثر اس کے جسم، ذہن اور اخلاق پر ہوتا ہے، خنزیر کی خصلت ان لوگوں اور معاشروں میں آج پائی جاتی ہے جو اسے کھاتے ہیں۔

اور اب آپ کے محبوب عنوانات ''پردہ اور تعدد ازدواج'' مجھے یقین ہے کہ آپ دنیا میں مرد اور عورتوں کے تناسب سے واقف ہوں گے، غریب ایشیائی ممالک جہاں لڑکی کو ذلالت کی علامت مانا جاتا ہے اور پیدا ہونے سے پہلے مار دیا جاتا ہے، یا بعد میں زندہ جلا دیا جاتا ہے، ایسے ممالک میں تو خواتین مردوں سے کم ہیں؛ لیکن ان مغربی ممالک میں جہاں بیٹیوں کے خلاف ایسا تعصب نہیں اور جہاں لڑکی نہ ماری جاتی ہے، نہ جلائی جاتی ہے، ان ممالک میں عورتوں کی تعداد مردوں کی بہ نسبت بڑھتی جارہی ہے، وجہ؟ مرد بے روزگاری، ٹینشن، حادثات، جنگی خدمات کی وجہ سے جلد موت کے شکار ہوجاتے ہیں، تو بڑھتی ہوئی خواتین کی تعداد کو کس طرح معاشرے میں جذب کیا جائے، الا تعداد ازدواج کے؟۔

آپ کو مسلم ممالک کے ویزا کی درخواست میں اس کالم پر اعتراض ہے جس میں چار بیویوں کے نام درج کرنا ہوتے ہیں؛ لیکن کیا آپ کو اتنا ہی اعتراض اس کالم پر ہے جو مردوں کی ڈائری میں ہوتا ہے اور جس میں بیشمار لڑکیوں کے نام ہوتے ہیں؟

قانونی طور پر جائز بیویوں پر اعتراض کرنے کی آپ کو آزادی ہے لیکن غیر قانونی، ناجائز پر اعتراض کرنے کی ہمیں بھی آزادی ہے۔

لیکن خشونت سنگھ صاحب آپ اپنے محلے یا شہر میں نظر ڈالیئے اور بتایئے کہ کتنے مسلم گھروں میں دو یا چار بیویاں ہیں؟ سروے کے مطابق مسلمانوں کی بہ نسبت ہندوؤں میں تعدد ازدواج کی شرح زیادہ ہے، کوئی بھی مذہب تعدد ازدواج کو منع نہیں کرتا، ذرا اپنی دھارمک کتابوں کو الٹ کر دیکھئے کہ راجا دشرتھ کی کتنی بیویاں تھیں؟ اور کرشنا کی کتنی بیویاں تھیں، انگریز انیسویں صدی تک ایک سے زائد بیویاں قانوناً رکھتے تھے اور ہندوستان میں بھی ۱۹۵۵ء کے ہندو میرج ایکٹ

کے نفاذ تک ہندو قانوناً ایک سے زائد بیویاں رکھ سکتے تھے، اسلام نے تو صرف کئی سو بیویوں کو رکھنے کے رواج کو ختم کر کے صرف چار بیویوں تک محدود کیا اور یہ بھی کوئی لازم نہیں بلکہ صرف ایک آپشن اور اجازت یا سہولت ہے، ایک غلط فہمی یہ ہے کہ مرد کو دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی سے اجازت لینی ہوتی ہے اور یہ کہ مرد دوسری شادی تب ہی کرسکتا ہے، جب کہ پہلی بیوی بیمار یا بانجھ ہو یہ غلط ہے، نہ مرد کو پہلی بیوی کی اجازت کی ضرورت ہے اور نہ کسی مجبوری مثلاً بیوی کی بیماری یا بانجھ ہونے کی صورت میں دوسری شادی کی اجازت ہے بلکہ وہ اپنی مرضی اور آزادی سے ہر حال میں دوسری شادی کرسکتا ہے اور شرط صرف ایک ہے، وہ ہے تمام بیویوں کے درمیان انصاف کرنا۔

سنگھ صاحب معاشرے میں قحبہ گری کا کینسر ہے اور لاکھوں بیواؤں اور غیر شادی شدہ خواتین کا بھی مسئلہ ہے، اب ان کے لیے کیا بہتر ہے، قحبہ گری اور آزاد شہوت رانی یا غیر شادی شدہ حالت کی بے بس تنہا اور غیر محفوظ زندگی، یا بے سہارا بیوگی، یا پھر ایک خاندان میں دوسری بیوی کی حیثیت سے عزت اور تحفظ کی زندگی، آپ اپنی بہن یا بیٹی کے لیے ان سب میں سے کیا پسند کریں گے۔

آپ لکھتے ہیں کہ ''خواتین کی بڑھتی ہوئی تعداد کا حل تعدد ازدواج نہیں بلکہ شادی سے آزاد تعلقات رکھنے کی آزادی یا پھر تنہا رہنا زیادہ بہتر ہے''۔

آپ کی یہ رائے خواتین کا سیدھا استحصال ہے کہ ان کو ناجائز رشتوں کے لئے تو آمادہ رکھنا (مردوں کے لیے) لیکن شادی کے تحفظ سے محروم رکھنا۔

اسلام میں ایسے کسی ''حرم'' کا تصور نہیں جس میں کئی سو خواتین ہوں، اسلام صرف چار بیویوں کی اجازت دیتا ہے دو وجوہات کی بنیاد پر:

(۱) تاکہ خواتین کی بڑھتی ہوئی تعداد کو معاشرے میں جائز باعزت طریقے سے جذب کیا جاسکے۔

(۲) تاکہ مرد کے فطری رجحان کے لیے ایک جائز دروازہ کھلا رہے۔

جی ہاں مرد فطری طور پر Polygamous ہے اور ایک سے زیادہ خواتین سے تعلق رکھنے کی خواہش اور صلاحیت رکھتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو مرد کیوں طوائفوں اور کوٹھوں کا رخ کرتے یا خفیہ ناجائز تعلقات رکھتے؟ اب بتایئے مرد و عورت دونوں کے لیے کون سی چیز بہتر اور باعزت و باوقار ہے؟ ناجائز تعلقات یا جائز دوسری بیوی؟ اور کیا یہ معاشرے کا فرض نہیں کہ عورتوں کو قانونی طریقے سے شادی کے دائرے میں لے آئیں اور مرد کے رجحان کے لیے بھی قانونی راستے کھلے رکھے جائیں؟ عورتوں کے لیے بھی یہ فکر انگیزی کی بات ہے کہ وہ ہزاروں بے سہارا عورتیں آخر ہماری ہی بہنیں ہیں جن کو دوسری شادی کے ذریعے سہارا دینا ہمارا فرض ہے۔

اور اب مسٹر سنگھ آپ کا محبوب ترین مورچہ:

''پردہ، برقعہ اور حجاب'' اپنی ذات کو ڈھک کر رکھنا عورت کا پیدائشی حق اور آزادی ہے، کیا آپ کو اس پر کوئی اعتراض ہے؟ صرف جانور ہی اپنے آپ کو ڈھک کر نہیں رکھتے اور پھر آخر یہ اصرار کیوں؟ کہ عورتیں کھلی رہیں۔

پردہ دار مسلم خواتین کے لیے آپ کی غیر ضروری ہمدردی کے لیے شکریہ! لیکن کسی بھی باپردہ مسلم خاتون سے پوچھئے کہ کیا وہ برقعہ یا حجاب جبراً پہن رہی ہے؟ کروڑوں مسلم خواتین میں سے ایک بھی یہ نہیں کہے گی کہ وہ کسی دباؤ کے تحت حجاب پہن رہی ہے؛ بلکہ ہر ایک کا جواب یہی ہوگا کہ وہ اپنے اختیار اور پسند سے حجاب پہنتی ہے، آپ لکھتے ہیں کہ ''مسلمانوں کی پسماندگی کی واحد وجہ پردہ ہے اور پردہ جہالت کا دوسرا نام ہے''۔

پھر تو آپ کے نظریہ کے لحاظ سے اگر برقعے عورت کا اپنے آپ کو ڈھکنا جہالت ہے تب تو عورت کا اپنی ذات کو زیادہ سے زیادہ کھلا رکھنا علم اور ترقی کی علامت ہوگی اور پھر تو ہمیں تمام اسکول اور کالج جو علم کے مراکز ہیں بند کر دینے چاہئیں اور علم اور ترقی حاصل کرنے کی خاطر

جہالت دور کرنے کے لیے صرف کم سے کم کپڑے پہننے چاہئیں، یہ بھی بتایئے سنگھ صاحب یہ اپنی ذات کو کھلا رکھنے کا آپ کا اصرار صرف عورتوں ہی کے لیے کیوں ہے؟ سچائی یہ ہے کہ مسلمانوں کی پسماندگی کا سبب یہ نہیں کہ خواتین قرآن کے پردے کے احکام کی پابندی کرتی ہیں، بلکہ پسماندگی کا سبب مسلمانوں میں دنیوی اور دینی تعلیم کی زبردست کمی ہے۔

میں بچپن میں اپنے اسکول میں اکثر مریم علیہا السلام کی مورتی پر غور کرتی کہ ان کے چہرے پر نقاب ہے، تب بعد میں معلوم ہوا کہ مریم علیہا السلام مکمل حجاب و پردہ کرتی تھیں، صرف اسلام ہی نہیں، عیسائیت اور ہندو مذہب میں بھی پردہ لازم ہے۔

''بائبل میں عورتوں سے کہا گیا ہے کہ خواتین اپنے آپ کو ڈھک کر رکھیں اور کسی حال میں اپنا سر نہ کھولیں، عیسائی پردے کی جھلک ہم دور تک دیکھتے تھے، جب کہ انگریزی خواتین لمبے گاؤن سر پر ہیٹ کے اوپر اسکارف اور جالی دار نقاب، ہاتھ میں دستانے اور ایک بڑی چادر پہنتی تھیں، آج عیسائی کا لباس برقعہ ہی تو ہے، اس لیے آج بھی عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فلموں میں مریم علیہا السلام کو لمبے ڈھیلے گاؤن اور سر سے پیر تک چادر میں ڈھکا ہوا دکھاتے ہیں۔

سنگھ صاحب اب وید کو کھولیئے اس میں حصہ ۱۰؍ میں اشلوک نمبر ۳۳؍ پڑھئے یہ پردے کی آیت ہے اور اس کے الفاظ یوں ہیں: ''برہما نے تم کو عورت بنایا تو اپنی نگاہیں نیچی رکھو اور اپنا سر ڈھکو'' کیا آپ جانتے ہیں کہ جب ایک دفعہ گھر سے باہر سیتا دوسری خواتین کے ہمراہ کھڑی تھیں تو ان کا دیور لکشمن ان کو یعنی اپنی بھابھی کو نہیں پہچان پایا کہ ان عورتوں میں سے سیتا کون سی ہے۔

وجہ صاف ظاہر ہے، سیتا سر سے پیر تک دوسری عورتوں کی طرح اس طرح کپڑے میں ڈھکی ہوئی تھیں کہ ان کو الگ پہچاننا مشکل تھا، کیا یہ ان کا پردہ نہ تھا؟۔

اب سنگھ صاحب ذرا دوبارہ تاریخ میں چلئے یہ سب جانتے ہیں کہ ''ساڑی'' اصلاً ایک قدیم آرین لباس ہے؛ لیکن اس وقت یہ مختلف تھا ساڑی کا لمبا اسکرٹ اور بلاؤز اس وقت آج کی طرح تنگ و مختصر نہ تھا، بلکہ اسکرٹ ڈھیلا اور ٹخنوں تک تھا، بلاؤز ڈھیلا لمبا کمر سے نیچے، لمبی آستینوں والا کچھ قمیص نما تھا اور یہ لمبا اسکرٹ (پیٹی کوٹ) اور ڈھیلا قمیص مع ایک چزی (دوپٹہ) گھر کے اندر پہنا جاتا، باہر جاتے وقت اس لباس کے اوپر ایک بڑی چادر پہنی جاتی جو سر سے پیر تک عورت کو ڈھاک لیتی اور جو آج بدل کر یہ تنگ ساڑی بن گئی ہے، یہ ان کا پردہ نہیں تو اور کیا تھا؟ اس طرح کا لباس آج بھی گجرات اور راجستھان میں دیکھا جا سکتا ہے، ان خواتین کی بے بسی کا کیا جو زنا بالجبر کا شکار ہیں، ایک زنا بالجبر فی منٹ کے حساب؟ اور ان طوائفوں اور ان معصوم بچوں کا کیا جو استحصال اور اندھیروں کی زندگی جینے پر مجبور ہیں؟ اور ان عورتوں کا کیا جو شام کے وقت گھر سے باہر یقینی خطرے کی زد میں ہیں؟ اور ۱۳؍ سے ۱۹؍ سال کی عمر کے درمیان کے ان لڑکے اور لڑکیوں کا کیا جو اس عمر میں الگ الگ پارٹنر سے زنا کر چکے ہیں، کیا اس سب کی کوئی اور بھی وجہ اس کے علاوہ ہے کہ اخلاقی تعلیم غائب ہے اور آدھے لباس پہنی ہوئی بے پردہ عورتیں کھلے عام سڑکوں پر دعوت نظارہ دے رہی ہیں؟ اور لاکھوں روپئے کا سوال یہ ہے کہ کیا آپ نے عام طور پر کسی باپردہ برقعے والی عورت کے متعلق سنا ہے کہ اس کے ساتھ زنا بالجبر ہوا ہو (سوائے فسادات میں؟) یہی وجہ کسوٹی ہے پردے کی کہ با پردہ عورتوں کو آسانی سے نشانہ نہیں بنایا جا سکتا۔

چلئے سنگھ صاحب ایمانداری سے بتایئے کہ کس کو لوگ پلٹ پلٹ کر دیکھیں گے اور کسے چھیڑیں گے؟ ایک باپردہ عورت کو یا ایک بے پردہ عورت کو جو خوبصورت رنگین لباس اور زینت سے آراستہ ہو؟ عورت کی حفاظت اور وقار اسی میں ہے کہ وہ پوری طرح ڈھکی ہوئی رہے، چاہے کسی مذہب سے تعلق رکھتی ہو، حجاب عورت کا آزمودہ ہتھیار اور نسخہ ہے، زنا اور چھیڑ چھاڑ کے خلاف، چند سال قبل جب دلی میں دو ماہ تک زنا بالجبر کا سلسلہ رک نہیں رہا تھا تب پولیس کمشنر نے

عورتوں سے اپیل کی تھی کہ وہ اس زنا بالجبر کے سلسلے کو روکنے کے لیے ایسے قاعدے کے کپڑے پہنیں جو تنگ اور مختصر نہ ہوں، اس پر خواتین کی کچھ تنظیموں نے ان کے دفتر پر احتجاج کیا اور کہا کہ لباس پر پابندی ان کی آزادی پر پابندی ہے، اگلے روز میں اپنے کسی کام سے پولیس کمشنر کے دفتر پر تھی تب ایک افسر سے کمشنر کی اس اپیل اور عورتوں کے احتجاجی ردعمل پر گفتگو ہوئی تو افسر نے کہا: ''یا تو خواتین اپنے آپ کو ڈھکیں قاعدے کا لباس پہنیں اور اس طرح اور خطروں سے محفوظ رہیں یا پھر ہر طرح کا مختصر لباس پہننے کی اپنی آزادی کو لیئے رہیں اور پھر خطرات کا شکار ہوں، ہم پولیس کب تک ان کی حفاظت کر سکتے ہیں؟''۔

مسٹر سنگھ دراصل آپ نے باپردہ عورتوں کو عمل کی دنیا میں دیکھا ہی نہیں ہے، حجاب یا پردہ کوئی نئی چیز نہیں ہے، یہ ہر زمانے میں موجود رہا ہے، ماضی میں باپردہ خواتین نے کامیابی کی بلندیاں چھوئی ہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ام المومنین حضرت خدیجہؓ حجاب میں رہ کر کاروبار کرتی تھیں، اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے پردے میں رہ کر ایک جنگ میں مسلم فوج کی کمان سنبھالی، وہ فقیہ بھی تھیں، صحابہ اور خلیفہ وقت ان سے مشورے اور رہنمائی کے لیے جاتے اور پردے سے وہ مردوں کو درس بھی دیتیں، حج کے زمانے میں حج کے بعد ان کا خیمہ لگ جاتا اور دور دور سے لوگ آکر مسائل معلوم کرتے اور وہ پردے سے یہ سب کام کرتی تھیں، پھر تاریخ میں ماڈرن دور کی طرف آیئے، کیا پردے سے ملکہ نور جہاں نے ہندوستان پر حکمرانی نہیں کی؟ کیا مغل شہزادیاں اور عام خواتین بھی پردے سے تمام کام نہیں کرتی تھیں، اور آج کیا ہماری ہمسایہ شہناز لیگھاری باپردہ نہیں ہے؟

ہزاروں باپردہ خواتین ہندوستان اور مسلم ممالک میں ہیں جو حجاب پہن کر یونیورسٹی جاتی ہیں، باہر کام کرتی ہیں، کار چلاتی ہیں، ڈاکٹر اور تاجر بھی ہیں، تنظیمیں اور ادارے چلاتی ہیں اور تحریکیں بھی چلاتی ہیں۔

یہ عورتیں حجاب کے بے شمار فائدوں کیوجہ سے حجاب نہیں اختیار کرتی ہیں بلکہ صرف اس لیے حجاب پہنتی ہیں کہ یہ اللہ کا حکم ہے، یہی وجہ حجاب پہننے کے لیے کافی ہے، انہیں معلوم ہے کہ پردہ برقعہ، حجاب پہننا اتنا ہی لازمی اور فرض ہے جتنا کہ نماز، روزہ، زکوۃ اور شہادت (کلمہ) فرض ہے، یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ فرائض میں سے کچھ چیزیں اختیار کرلیں اور کچھ چھوڑ دیں۔

حجاب کسی طرح بھی عورت کے کام یا ترقی میں رکاوٹ نہیں، بلکہ اسے حفاظت وعزت دیتا ہے، اسے زنا جیسے خطرات سے بچاتا ہے، اس کے حسن کو بھی برقرار رکھتا ہے اور حجاب گویا ایک Banner ہے جو کہہ رہا ہے کہ ''دور رہئے ہم خاص ہیں''۔

سنگھ صاحب کچھ باپردہ عورتوں سے ملاقات کیجئے تو آپ کو ہزاروں واقعات سننے کو ملیں گے جن سے اندازہ ہوگا کہ باپردہ عورتوں کے ساتھ کس قدر عزت واحترام کا سلوک ہوتا ہے۔

اور اب ایک ایسی بات سنئے جو شاید آپ کے لیے نئی ہو، اسلام میں مردوں کے لیے بھی حجاب ہے، جی ہاں مردوں کا حجاب یہ ہے کہ وہ خواتین کے سامنے اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور ایسا لباس پہنیں جو پوری طرح ان کو (ستر کو) ڈھانکے، وہ ایسا باریک لباس نہ پہنیں جس میں جسم جھلکے، وہ بدکردار مردوں سے اسی طرح دور رہیں جس طرح عورتوں کو بدکردار عورتوں سے دور رہنے کا حکم ہے، وہ بھی اپنے لہجے کو صاف اور آنکھوں کو صاف اور نیچی رکھیں تاکہ کسی کو غلط فہمی نہ ہو، وہ بھی کسی عورت سے ہاتھ نہ ملائیں، یہ سب مردوں کا پردہ ہے۔

آپ یہ بتائیے کہ دونوں میں سے کسی چیز سے آپ کے منہ میں پانی آئے گا، ایک ثابت لیموں سے یا ایک کٹے ہوئے لیموں سے؟ ایک بے پردہ کھلی عورت مردوں کے لیے فطری طور پر پرکشش کا سبب ہے لیکن ایک باپردہ عورت کی طرف اس طرح توجہ نہیں جاتی؛ کیونکہ مردوں کو rafe اور eve-teasing کے لیے قصوروار ٹھہرایا جائے

جب کہ ان کے چاروں طرف ان کے ضبط نفس کو ہر لمحہ چیلنج کرنے والی آدھے لباس میں نیم برہنہ بے پردہ عورتیں گھوم رہی ہوں؟۔

آپ نے اپنے مضمون میں ڈاکٹر ذاکر نائیک کو"juvenile" کہاہے ، میں یہاں اس طرح کے ذاتی حملوں کا جواب نہیں دینا چاہتی؛ کیونکہ ہر شخص کو معاشرہ خود ہی جانچتا ہے، میں صرف یہی کہہ سکتی ہوں کہ مسلم عورتوں کو مغربی معاشرے کی گندگی اور جھوٹن قبول کرنا منظور نہیں، آپ کو اپنی رائے رکھنے کی آزادی ہے؛ لیکن آپ کی آزادی وہاں ختم ہو جاتی جہاں میری ناک شروع ہوتی ہے، مسلم عورتیں اپنی پسند سے اپنے آپ کو ڈھکنے کی آزادی کو برقرار رکھنا چاہتی ہیں۔

اخبار کے کالم ایسے سنجیدہ موضوعات پر مباحثے کے لیے کافی نہیں، سنگھ صاحب آپ سے گزارش ہے کہ آپ قرآن کی ایک کاپی حاصل کیجئے (جو کہ میری ہی نہیں آپ کی بھی کتاب ہے) اور اس میں آپ کے اٹھائے ہوئے چار موضوعات یعنی پردہ، تعدد ازدواج، خنزیر اور شراب کے متعلق آیات معلوم کیجئے اور مجھے غلط ثابت کرنے کی کوشش کیجئے، یہ ایک باپردہ عورت کا آپ کے لیے چیلنج ہے۔

مسٹر خشونت سنگھ ایک آخری بات مرد کی Chivalry اسی میں ہے کہ وہ عورت کو حفاظت اور پردہ میں رہنے دے اور اسے بے پردہ اور غیر محفوظ ہونے سے بچائے، اگلی بار مسلم عورتوں کو ذریعہ بنا کر اسلام پر حملہ کرنے سے پہلے یہ ضرور سوچئے گا کہ اس بار کی طرح آپ اتنی آسانی سے مسلم عورتوں کی جوابی کارروائی سے چھوٹ نہ سکیں گے اور یہ آپ کے لیے ہے۔

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

Files\A027.TIF not found.

زندگی گزارنے سے متعلق کچھ اہم نصیحتیں

مولانا محمد عامر ندوی (کویت)

(۱) موبائل فون سے بات کرتے وقت بایاں کان استعمال کیجئے۔

(۲) ایک دن میں قہوہ کے دو کپ سے زیادہ نہ پیجئے۔

(۳) دوا ٹھنڈے پانی کے ساتھ ہرگز نہ لیجئے۔

(۴) زیادہ چکنائی والی اشیاء سے پرہیز کیجئے۔

(۵) روزآنہ چائے کی مقدار کم کیجئے۔

(۶) تیل والی چیزوں کا استعمال کم کیجئے۔

(۷) پانی صبح اور رات میں خوب پیجئے۔

(۸) آپ کا موبائل اگر چارجنگ میں ہے، تو اس سے بات کرنے سے پرہیز کیجئے۔

(۹) ایئر فون کو اپنے کانوں میں زیادہ دیر تک لگا کر نہ رکھئے۔

(۱۰) سونے کا بہترین وقت رات کے دس بجے سے صبح ۶/بجے تک ہے۔

(۱۱) دوا کھانے کے بعد فوراً نہ سویا کیجئے۔

(۱۲) موبائل فون کی بیٹری کم ہونے کی صورت میں نہ فون کیا جائے اور نہ فون سنا جائے، اس لیے کہ بعض مرتبہ اس کی کرنیں ہزار گنا زیادہ ہو جاتی ہیں۔

files e\Tif Files\A002.TIF not found.

نصائح خواتین

آخری قسط

مسلمان بہنوں سے دردمندانہ خطاب

مولانا غیاث احمد رشادی، مدیر ماہنامہ ''فیض صفا'' حیدرآباد

خوشی اورغم میں تمہارا کردار کیا ہو؟:

اے بہن! زندگی خوشی اور غم سے عبارت ہے، یہاں کبھی غم کی تاریکی ہے تو کبھی خوشی کا اجالا ہے، کبھی کامیابی ہے تو کبھی ناکامی ہے، کبھی زندگی ہے تو کبھی موت ہے، انہیں حالتوں کے بیچ انسانی زندگی کا یہ سفر چل رہا ہے، خوشی اور خوشحالی میں شکر کرتی رہو اور اپنے رب کو راضی کرتی رہو، غم اور بدحالی میں صبر کرتی رہو اور اپنے رب کے فیصلہ پر راضی رہو اور اس کو اپنے صبر کے ذریعہ خوش کر کے اجر پاتی رہو، یاد رکھو! اگر غم کے بادل تمہاری زندگی میں چھا جائیں، تمہارے عزیز و اقارب میں کسی کی موت واقع ہو جائے پہلے مرحلہ ہی میں صبر کے دامن کو تھام لو اور نوحہ کرنے، چہرہ پر مارنے، یا سینہ کوبی کرنے سے اپنے آپ کو بچاؤ، اگر تم کسی کی موت پر سینہ کوبی کر رہی ہو تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کے فیصلہ پر تم احتجاج کر رہی ہو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لیس منا من لطم الخدود و شق الجیوب و دعا بدعوی الجاھلیة" وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو چہرے پر مارے اور سینہ پھاڑے اور جاہلیت کی سی چیخ و پکار کرے۔

بے حیائی کے اس طوفان میں امن کی راہ:

اے بہن! زمانہ کے احوال سے تم پوری طرح واقف ہو، کس طرح فتنے ہر دروازے سے ٹکرا رہے ہیں اور کس قدر آزمائشیں دروازوں پر دستک دے رہی ہیں، ہر طرف انتشار وخلفشار ہے، ہر طرف قتل وغارت گری ہے، ہر طرف بے حیائی کا طوفان ہے اور بیہودگی کا سیلاب ہے کہیں کوئی محفوظ نظر نہیں آتا انسان ویسے بھی کمزور پیدا کیا گیا ہے اور عورت تو کمزور ہی ہے، ان حالات میں بغیر محرم کے سفر کرنا اور علوم وفنون کے بہانے اپنے گھر سے دور اکیلے کسی دور مقام پر ٹھہرنا نہ کسی زمانہ میں مناسب تھا اور نہ اس زمانہ میں مناسب ہے۔

خداپرستی کا جذبہ پیدا کرو:

اے بہن! تمہارے لیے سب سے قیمتی چیز تمہارا ایمان ہے، جو تمہاری حقیقی اور ابدی زندگی میں کام آئے گا، اس ایمان کے مقابلہ میں دنیا کی ساری چیزیں بے قیمت ہیں، ہوس پرستی، نفس پرستی کو اپنا دستور نہ بنانا بلکہ خدا پرستی کا جذبہ صالح دل میں پیدا کرنا اور تمہاری زندگی کے اس پر بہار دور میں جس کو جوانی کہتے ہیں اس دور سے گزرتے ہوئے احتیاط رکھنا، اگر عشق ومستی کی دلدل میں پھنس گئیں تو پھر تمہیں یہ بھی یاد نہیں رہے گا کہ تم کس مسلمان نوجوان سے تعلق رکھتی ہو یا کسی ہندو لڑکے سے جیسا کہ آج ہم دکھے دلوں کے ساتھ یہ دیکھ اور سن رہے ہیں کہ کسی مسلم لڑکی نے کسی ہندو لڑکے سے یا عیسائی لڑکے سے شادی رچائی زندگی بھر کے اس زنا کا بوجھ کل میدان محشر میں تمہارے کاندھے پر ہوگا۔

شمع محفل نہیں بلکہ چراغ خانہ بنو:

اے بہن! آج عصمت کی چادر کو پارہ پارہ کرنے کے سارے اسباب زندہ ہو چکے ہیں، کبھی انٹرنیٹ کے کیبن تمہیں اپنی طرف بلائیں گے اور چیٹنگ کی دعوت دیں گے، کبھی ریسٹوران اور ہوٹل ہمیں اپنی طرف کھینچیں گے، کبھی سیر وتفریح کے بہانے تمہیں گھسیٹا جائے گا، تا کہ سر پر لگے عفت وعصمت کے تاج کو سر سے ہمیشہ جدا کر دیا جائے، اے بہن! جرم لمحوں میں ہوتا مگر اس کی سزا صدیوں تک بھگتنی پڑتی ہے۔

اے بہن اب تمہیں ہوش سنبھالنا ہے اور ایک باحیاء باعفت اور باعصمت چراغ خانہ بننا ہے، تم جیسی لڑکیاں جو شمع محفل بننے کے لیے آمادہ ہو کر باہر نکلی ہیں ان کے پاس سے وہ دولت چھن گئی ہے، یا عنقریب چھن جائے کہ ان کے پاس حیاء وعصمت کا تاج نہیں رہے گا، تم کو اللہ تعالی نے اگر عقل سے نوازا ہے تو آج ہی تمہیں اس بات کا عزم کرنا ہوگا کہ کسی بھی صورت میں تم شمع محفل نہیں بنو گی، بلکہ چراغ خانہ بن کر زندگی بسر کرو گی۔

پردہ دیس میں بھی پردیس میں بھی:

اے بہن! ہم بعض بہنوں کو دیکھتے ہیں کہ جب تک وہ اپنے دیس میں ہوتی ہیں یا ان لوگوں کے درمیان میں ہوتی ہیں جو انہیں پہچانتے ہیں تو ان کے درمیان رہ کر وہ پردہ کرتی ہیں؛ لیکن وہ بہنیں جب کسی پردیس میں جاتی ہیں، جہاں ان کو کوئی نہیں پہچانتا تو وہاں یہی پردہ والی بہنیں بے پردہ ہو جاتی ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان بہنوں کا پردہ حکم الٰہی پر عمل کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ لوگوں کے لعن طعن سے بچنے کے لیے ہے، ان بہنوں کو چاہئے کہ وہ یہ سوچیں کہ جن رب ذوالجلال نے ان پر پردہ کو واجب قرار دیا ہے، وہ تو دیس میں بھی ان کے ساتھ ہے اور پردیس میں بھی ان کے ساتھ ہے "وھو معکم این ما کنتم" وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو۔

رفیق حیات کے انتخاب سے پہلے:

اے بہن! اللہ تعالی نے اب تم کو ایک ایسی عمر پر پہنچا دیا ہے جس عمر پر پہنچنے کے بعد تمہیں زندگی کا ایک رفیق چاہئے جو تمہیں اپنی آغوش میں لے، تمہارے کفالت کرے اور تمہارے جنسی تقاضے کو پورا کرے، تمہارے گھر میں پھول (اولاد) کھلیں اور تمہارا گھر جنت کا سا منظر پیش کرے اور ایک خاندانی نظام کے ساتھ ازدواجی زندگی بسر کریں، اس زندگی کے آغاز سے پہلے جس رفیق حیات کا انتخاب تمہیں کرنا ہے، اس سلسلہ میں تمہیں کافی غور وخوض کرنا ہے، اگر تم نے صرف حسن وجمال کی بنیاد پر لڑکے کا انتخاب کیا تو یہ حسن وجمال تو ڈھلتے سورج کی طرح ہے، تمہیں چاہئے کہ اپنا انتخاب دیندار، ایماندار لڑکے کا ہو، یہی وہ دینداری ہے جو تمہارے بھی کام آئے گی اور تمہاری گود میں پلنے والے پھولوں (اولاد) کے بھی کام آئے گی، اس سلسلہ میں تم سے زیادہ تمہارے سرپرست (ماں باپ) تجربہ کار ہوتے ہیں، بہتر ہے کہ یہ معاملہ تم اپنے ماں باپ کے حوالے کردو، ورنہ وقتی جوش ومحبت اور عشق ومستی کے فیصلے اکثر وبیشتر تباہ کن نتائج لے آتے ہیں، ہم نے جذباتی فیصلوں کے پیچھے سوائے منفی نتائج کے اور کچھ نہیں دیکھا ہے۔

بیوٹی پارلر میں حسن نہیں ہے:

اے بہن! اللہ تعالی نے تم کو جس طور پر پیدا کیا ہے وہی بہتر جانتا ہے کہ اس میں کیا مصلحت ہے؟ تم جب گھر سے باہر نکلو گی تو تمہیں بیوٹی پارلر نظر آئیں گے، جہاں وقتی حسن کی کافی کوششیں کی جائیں گی، لیکن یہ بادل کی طرح کا حسن ہوگا، اللہ تعالی نے سر کے جو بال تمہیں دیئے ہیں وہ کاٹنے کے لیے نہیں دیئے ہیں، تمہارے بالوں کی یہ قدرتی لمبائی حسن پر چار چاند لگاتی ہے، رہنے دو سر کے ان بالوں کو اور یاد رکھو آنکھوں کے حلقوں کے بالوں کو خاص شکل دے کر وقتی حسن وجمال کی کوشش کی جاتی ہے مگر جس خدا نے تمہیں جس طرح پیدا کیا ہے وہ جانتا ہے کہ حسن کس میں ہے، آنکھوں میں مختلف رنگوں کے لینس بٹھالینا ہونٹوں پر غلیظ جانوروں کی چربی سے بنی ہوئی لپ اسٹک لگالینا، ناخنوں کو نیل پالش سے بھر لینا جس کی وجہ سے نہ تمہارا وضو ہوگا اور نہ غسل اور جب یہ دونوں نہ ہوں تو تمہاری نماز کہاں ہوگی قبول؟۔

اے بہن! اپنی زندگی کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زندگی سے جوڑ، اے بہن! اپنے اعمال کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اعمال سے جوڑ، اور اپنے اخلاق وکردار کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کردار سے جوڑ اور ان بے حیا فلمی پردوں پر ناچنے والیوں کی گندی نقالی کو چھوڑ دو اور ان سے جڑے ہوئے رشتہ کو توڑ، ورنہ لگ جائے گا تجھ کو یہ مرض کوڑھ، بس ایمان واسلام کا لباس اوڑھ۔ فقط والسلام

/////☆☆☆/////

سخاوت

سخاوت کی دبی ہوئی چنگاری

مولانا قاری منصور احمد

نام بھی مظفر تھا اور رہتے بھی مظفر نگر میں تھے، پورا نام تھا ''نواب مظفر علی خاں'' مظفر نگر آج کل تو ہندوستان میں ایک ضلع ہے، ان بھلے وقتوں میں نواب صاحب کی جاگیر ہوگی، نواب صاحب کو تعمیرات کا بڑا شوق تھا، اسی شوق براری کے لیے اپنے ایک وسیع وعریض باغ میں بیچوں بیچ ایک بنگلہ بنوایا، خرچ بھی خوب کیا اور نگرانی بھی خوب کی، بن کر تیار ہوا تو دیکھنے والوں نے کہا'' کہنے کو تو بنگلہ ہے مگر حقیقت میں محل ہے'' واقعتاً تھا بھی ایسے ہی لوگ دیکھتے اور دانتوں تلے انگلیاں دبا لیتے۔

نواب صاحب کا ارادہ تھا کہ اس کا افتتاح بڑی شان وشوکت سے کریں گے، اسی ارادے کے پیش نظر صفائیاں، دھلائیاں وغیرہ ہو رہی تھیں، ریشمی پردے اور فرش فروش بچھائے جا رہے تھے، آرائش وزیبائش کا کام آخری مراحل میں تھا کہ ان ہی دنوں مظفر نگر کے رہائشی ایک غریب آدمی کی بیٹی کی شادی طے پا گئی، لڑکے والوں نے کہا ہم بارات میں سو آدمی لائیں گے، لڑکی والوں کو پریشانی تھی کہ بارات ٹھہرائیں گے کہاں؟ اس زمانے میں میرج ہال تو تھے نہیں، غریب باپ اس سوچ اور فکر میں گھلتا تھا کہ ایک خیر خواہ نے کہا ''بارات ٹھہرانے کی جگہ تو میں بتا دیتا ہوں، لیکن اگر......

غریب باپ نے حیران اور سوالیہ نگاہوں سے اپنے خیر خواہ کو دیکھا اور پوچھا: ''لیکن اگر کیا کا کیا مطلب؟''

''اگر تمہاری قسمت اچھی ہو اور نواب مظفر خاں مان جائیں''۔

''مطلب کیا؟''

مطلب یہ کہ نواب صاحب نے جو نیا بنگلہ بنایا ہے وہ بالکل خالی ہے، انہوں نے ابھی اس میں رہائش تو اختیار نہیں کی، ایک دو دن تمہاری بیٹی کی بارات ٹھہر جائے تو کوئی مسئلہ نہیں، صفائیاں وغیرہ تو ویسے بھی ابھی ہو ہی رہی ہیں، نواب صاحب رحم دل اور غریب پرور آدمی تھے، لڑکی کا باپ نواب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور بڑی لجاجت سے اپنی حاجت پیش کر دی۔

''بنگلہ میں دے دوں گا مگر ایک شرط ہے، نواب صاحب نے منہ پکا کر کے کہا''۔

''سرکار! میں غریب مسکین آپ کی شرط کیا پوری کر سکتا ہوں؟ ویسے جو حکم دیں گے کرنے کی کوشش کروں گا'' کریم بخش عرف کریمو نے ہاتھ جوڑ کے کہا، نواب صاحب مسکرائے اور فرمایا: ''جتنے دن بارات ٹھہرے گی اس کا تین وقت کا کھانا بھی میری طرف سے ہوگا''۔

کریم بخش کی آنکھوں میں احسان مندی سے آنسو سرسرانے لگے اس نے پگڑی کے پلو سے آنسو پوچھتے ہوئے کہا ''نواب صاحب! آپ نے مجھے خرید لیا ہے، ساری زندگی بھی لٹا دوں تو آپ کے احسان کا بدلہ نہیں ہو سکتا''۔

نواب صاحب نے کہا میاں کریمو! ''اب میرے بنگلے کا افتتاح تمہاری بیٹی کی بارات سے ہی ہوگا، یہ لو چابیاں اور جہاں مزید صفائی کی ضرورت ہو خود ہی کر لینا''۔

بارات دو دن بنگلے میں ٹھہری اور زردے، پلاؤ اور تنجن کی دیگیں پک پک کر آتی رہیں، رخصتی کے وقت عورتوں، بچوں سمیت ہر باراتی کو ایک ایک جوڑا بھی...... ﴿بقیہ صفحہ ۴۰ پر﴾

سیرت وسوانح

حافظ جمیل احمد صاحب ایک خوش طبع انسان

حافظ منشی عبدالغفور ناظم مدرسہ انوارالقرآن نعمت پور سہارنپور

۲۳؍جون ۲۰۰۸ء مطابق ۱۸؍جمادی الاخر ۱۴۲۹ھ بروز دوشنبہ کو مدرسہ انوارالقرآن نعمت پور کے مخلص مدرس حضرت حافظ جمیل احمد صاحب اس دارفانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ نے تقریباً چالیس سال درجہ حفظ کے طلبہ کی تعلیم وتربیت بہتر سے بہتر طریقہ پر شب وروز منہمک رہ کر کی ہے، آپ کی وفات انوارالقرآن کے لیے بڑا خسارہ ہے۔

حافظ صاحب انتہائی سادہ مزاج، ملنسار، وضعدار، متواضع، شریف النفس، وسیع الاخلاق، انتہائی متین وسنجیدہ، خوددار، خاموش وخوش طبع، مرنجان مرنج، بےحرص وطمع، اصول پرست، پابنداوقات، پابندوضع، سلامت روی، بے غرضی، معقولیت پسند اور مدرسہ کے سچے مخلص ووفادار تھے، اس دور پرفتن میں اخلاص وایثار، صلہ رحمی، بھائی چارگی، نایاب اشیاء ہیں، بحمداللہ اس طرح کی صفات حضرت حافظ صاحب کی ذات میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں، آپ بڑوں کا احترام کرنے والے، چھوٹوں پر شفقت کرنے والے تھے، نادار غریب ویتیم بچوں کے مشفق ومہربان استاذ ومربی تھے، طلبہ کی تعلیم وتربیت میں آپ کا خاص اسلوب اور منفرد انداز تھا، طلبہ بھی آپ کا بے حد احترام کرتے اور حددرجہ مانوس رہتے تھے، گھریلو معاملات میں ہمیشہ تنگدست ہی رہے لیکن زبان پر کبھی بھی حرف شکایت نہیں لائے، بدستور اپنے تدریسی اور تربیتی کاموں میں ہمہ وقت مشغول رہے، زمانہ کے سرد وگرم حالات کو انہوں نے صبر وتحمل سے نبھایا، انسانیت وشرافت، صدق وصفا اور مہر ووفا کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا، ایسے لوگ یاد آتے ہی ہیں اور یاد کئے جاتے ہیں، جن کی ہمدردیاں، کردار وعمل نیک ہوتے ہیں، ایسے ہی لوگوں میں ہمارے حضرت حافظ صاحب ہوگزرے ہیں، دشوار گزار حالات میں اگر کوئی فرد صالح ہمہ وقت میرا رفیق کار، یار وغم گسار اور بےلوث مخلص ومددگار انتظامیہ میں تھا تو وہ یہی حضرت حافظ صاحب تھے، بایں وجہ مجھ سے آپ کا غم کم نہیں ہورہا، آپ مدرسہ کے بے انتہا وفادار خیرخواہ تدریس میں نہایت کامیاب وکامراں استاذ رہے ہیں، طلبہ کی تعلیم کیساتھ ساتھ اخلاقی تربیت ونگرانی پر ہروقت کڑی نظر رکھتے تھے، طلبہ پرآپ کا گہرا اثر ورعب تھا، تحمل وتدبر، صبر ورضا آپ کی خاص صفات تھیں، نیز تواضع اور منکسرالمزاجی جیسی خصوصیت وخاصیت آپ میں موجزن تھیں، زہد وقناعت بے ریا بے نمود ونمائش کی طبیعت رکھتے تھے، انہیں خوبیوں کے ساتھ قرآن کریم کی عظمت وخدمت کے جذبۂ صادق سے سرشار ہوکر خلوص وللّٰہیت کے ساتھ قرآن کریم کا پڑھنا پڑھانا کم وبیش چالیس سال تسلسل کے ساتھ رہا، خدمت قرآن کو ہی عمر بھر اپنا شعار بنائے رکھے، آپ ایک ممتاز ومثالی استاذ ولائق صداحترام مدرس ومعلم تھے، امانت ودیانت میں بھی یکتا تھے، انوارالقرآن کے سچے شیدائی اور خادم تھے، اپنے آپ کو انوارالقرآن کی خدمت کے لیے گویا وقف کررکھا تھا، ان کی فکر وسوچ مدرسہ کی فلاح وبہبود کے بارے میں ہم سب سے آگے تھے، ان کی توجہ، قربانی جدوجہد اور بلند ہمتی سے بہت سارے اہم سے اہم کام ہوتے ہی نظر آتے تھے، عمر بھر مدرسہ کی تنظیم وترقی میں ارباب انتظام کے معاون رہے، مدرسہ کے ہر شعبہ کے ہر کام پر ہروقت نظر رکھتے

تھے، آپ کی ذات ستودہ صفات پر اہل مدرسہ کو ہمیشہ ناز واعتماد رہا ہے، خلوص نیت سے وہ ہر ادنی واعلی کا ادب واحترام کرتے تھے، شروع سے ہی مدرسہ کے مطبخ کے کامیاب ناظم رہے، اردو کے سچے خادم ودوست اور پرستار ورہبر اور دلدادہ تھے، آپ کی ذات گرامی مقبول خاص وعام تھی آپ کی اس طرح کی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے ہر خورد وکلاں، یگانہ اور بے گانہ، جانا انجانا سب آپ کے قدرداں تھے، مقامی احباب اور اپنے ہم مشرب ساتھیوں سے ہمیشہ خوشگوار وتعلقات رکھتے تھے، مگر

خاموش ہو گیا چمن بولتا ہوا

آپ انوارالقرآن کے ابنائے قدیم میں سے ایک تھے بعد فراغت ارباب مدرسہ نے موصوف کی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے مدرس ابتدائی کی حیثیت سے یہیں ان کا تقرر کرلیا تھا، آپ کا وجود انوارالقرآن کے لیے کوہ گراں کے مانند تھا، ان کی گرانقدر خدمات کو ہرگز فراموش نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی ان کی خدمات ہم سے فراموش ہوسکتی ہیں، صدیوں اپنی زریں خدمات کے باعث یاد کئے جاتے رہیں گے، آپ کی وفات حسرت آیات پر اہل مدرسہ کے علاوہ عوام وخواص مقامی اور غیر مقامی افراد آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں تک ہے وہ بھی نیز آپ کے ہم نشین اساتذہ طلبہ عملہ کے دیگر اشخاص سب ہی بے حد رنجیدہ اور بے حد مغموم رہے ہیں۔

آپ کا انتقال پر ملال مدرسہ انوارالقرآن نعمت میں پورصبح ۵ر بجکر چالیس منٹ پر ہوا، ۶ر بجے شام تجہیز وتکفین عمل میں آئی، مدرسہ ہذا کے عقب والے قبرستان میں دفن کئے گئے، یہ سب کام بے انتہا سوگوار ماحول میں انجام کو پہنچے، نماز جنازہ میں ایک جم غفیر تھا، نماز جنازہ مولانا ریاض احمد صاحب مفسر قرآن مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور نے پڑھائی، کثرت ہجوم کی وجہ سے چارپائی کے پایوں میں آہنی نلیاں باندھی گئیں۔

پسماندگان میں چار لڑکے، پانچ لڑکیاں، پوتے پوتیاں، نواسہ نواسیاں کئی ساری ہیں، اللہ پاک آپ کے تمام پسماندگان واہل خاندان واہل خانہ احباب واعزہ متعلقین ولواحقین، نیز شاگردوں، دوستوں کے غمزدہ دلوں پر صبر جمیل کا القا فرمائے۔

موصوف کی روح کو اعلی علیین میں جگہ عنایت فرمائیں جملہ تقصیرات کو معاف فرما کر بال بال مغفرت کے فیصلے فرمائے، جنت الفردوش میں اعلی سے اعلی مقام بخشے، اخروی درجات بلند سے بلند تر فرمائے اور انوارالقرآن کو آپ کا بہتر سے بہتر اونچا نعم البدل عطا کرے آمین

//////☆☆☆☆//////

﴿بقیہ صفحہ ۳۸ر کا﴾ نواب صاحب کی طرف سے دیا گیا، بارات رخصت ہوئی تو کریم بخش احسان کے بوجھ کے تلے دبا شکریے کے احساس میں ڈبڈبائی آنکھوں سے نواب صاحب کی خدمت میں چابیاں واپس کرنے آیا تو نواب صاحب نے چابیوں کا گچھا لوٹاتے ہوئے کہا ''میاں! یہ بنگلہ تو باغ سمیت ہم نے تمہاری بیٹی کو دے دیا، بلکہ اسی وقت دے دیا تھا جب تم بارات ٹھہرانے کی اجازت لینے آئے تھے''۔

یہ نواب مظفر علی خاں صاحب پاکستان کے پہلے وزیراعظم کے نواب زادہ لیاقت علی خاں کے دادا تھے۔

ان کے بارے تاریخ بتاتی ہے کہ آپ کئی پستوں سے نوابوں کے رئیس تھے، مگر اپنا سارا ساز وسامان ہندوستان ہی میں چھوڑ کر چلے گئے تھے اور پھر پاکستان میں اپنی وزارت عظمی سے کوئی مالی فائدہ بھی حاصل نہیں کیا اور نہ ہی ملکی اور قومی مفاد کے پیش نظر کوئی پلاٹ الاوٹ کیا اور نہ ہی سوئزرلینڈ کے بینکوں میں کوئی اکاؤنٹ کھولا تھا، بلکہ انہوں نے اپنی پوری زندگی اس قدر سادگی سے گزاری جیسے کہ ان کے دادا اور پردادا نے گزاری تھی، دنیا کی تمام عیش وعشرت ہونے کے باوجود بھی آپ نے کبھی دنیا سے دل نہیں لگایا، تاریخ بتاتی ہے کہ جب آپ کو گولی مار کر شہید کیا گیا تو آخری رسومات ادا کرنے کے لیے جب غسل دیا جانے لگا تو دیکھا گیا کہ قمیص کے نیچے پھٹی ہوئی بنیان ہے۔

(بشکریہ ماہنامہ دارالسلام)

تجزیہ

حضرت لقمان یا حکیم لقمان

مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری

بنی اسرائیل میں ایک بزرگ گذرے ہیں جنہیں لقمان کہا جاتا ہے، آپ حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے یا خالہ زاد بھائی تھے، تقریباً ایک ہزار برس کی عمر پائی تھی، آپ نے حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ نبوت پایا تھا، ان سے ملاقات بھی کی تھی اور علم بھی حاصل کیا تھا، آپ حضرت داؤد علیہ السلام کی بعثت سے پہلے فتوی دیا کرتے تھے، حضرت داؤد علیہ السلام کی بعثت کے بعد فتوی دینا بند کر دیا اور فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی بعثت کے بعد اب مجھے فتوی دینے کی ضرورت نہیں رہی۔

آپ ولی تھے نبی نہ تھے:

ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ جمہور سلف کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ نبی نہ تھے صرف حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے ان کا نبی ہونا نقل کیا جاتا ہے مگر اس کی سند ضعیف ہے، اکثر علماء کے نزدیک آپ ایک نیک وصالح انسان تھے آپ اللہ کے ولی تھے نبی نہ تھے، اب جب کہ آپ کا نبی نہ ہونا جمہور علماء کے نزدیک مسلم ہے تو پھر ان کو وہ حکم جو قرآن میں مذکور ہے ''ان اشکرلی'' یہ بذریعہ الہام ہوسکتا ہے جو اولیا اللہ کو حاصل ہوتا ہے۔

حکمت سے کیا مراد ہے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حکمت سے مراد عقل وفہم اور ذہانت ہے، اللہ تعالی نے آپ کو حکمت ودانائی عطا فرمائی تھی، آپ کی حکمت ودانائی ضرب المثل ہے اور حکیم آپ کے نام کا جز بن گیا ہے، کلام اللہ میں آپ کے نام سے موسوم ایک سورت ''سورۂ لقمان'' موجود ہے، اللہ تعالی نے فرمایا "ولقد آتینا لقمن الحکمة" اور ہم نے دی لقمان کو حکمت، اس سورۃ میں آپ کی چند حکمت آمیز نصیحتوں کا ذکر ہے، جو اپنے بیٹے کو دی تھیں، وہ کلمات حکمت قرآن کریم نے اس لیے نقل فرمائے کہ دوسرے لوگ بھی ان سے فائدہ اٹھائیں۔

پہلی نصیحت لقمانی:

"یبنی لاتشرك بالله ان اشرك لظلم عظیم" اے بیٹے شریک نہ ٹھہرا اؤ اللہ کا بیشک شریک بنانا بھاری بےانصافی ہے۔ (ترجمہ شیخ الہند)

غور کیجیے اس سے بڑھ کر بےانصافی کیا ہوگی کہ عاجز مخلوق کو خالق مختار کا درجہ دیدیا جائے اور اس سے زیادہ حماقت اور ظلم اپنی جان پر کیا ہوگا کہ اشرف المخلوقات ہوکر خسیس ترین اشیاء کے آگے سر عبودیت خم کردے ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ''۔

دوسری نصیحت لقمانی:

یبنی انهاان تك مثقال حبة من خردل "بیٹا اگر کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر ہو، پھر وہ کسی پتھر کے اندر ہو، یا وہ آسمان کے اندر ہو، یا وہ زمین کے اندر ہوتب بھی اس کو اللہ حاضر کردیا گا، بےشک اللہ تعالی بڑا باریک بیں باخبر ہے۔ (ترجمہ حضرت تھانوی)

یعنی کوئی چیز یا کوئی خصلت اچھی یا بری اگر رائی کے دانہ کے برابر چھوٹی ہو اور فرض کرو پتھر کی کسی سخت چٹان کے اندر یا آسمانوں کی بلندی پر یا زمین کی تاریک گہرائیوں میں رکھی ہو وہ بھی اللہ تعالی سے مخفی نہیں ہوسکتی جب وقت آئے گا وہیں سے حاضر کرے گا، اس لیے آدمی کو چاہئے کہ عمل کرتے وقت یہ بات پیش نظر رکھے کہ ہزار پردوں میں

بھی جو کام کیا جائے گا اللہ کے سامنے ہوگا، چنانچہ نیکی یابدی کیسی ہی چھپ کر کی جائے اس کا اثر ضرور ظاہر ہوکر رہتا ہے، جیسے اہل نظر بے تکلف محسوس کر لیتے ہیں۔

تیسری نصیحت:

"یابنی اقم الصلوۃ" بیٹا نماز پڑھا کر۔(ترجمہ حضرت تھانوی)

یعنی اعمال واجبہ تو بہت ہیں مگر ان میں سے سب سے بڑا اور اہم عمل نماز ہے، اور خود اہم ہونے کے ساتھ وہ دوسرے اعمال کی درستگی کا بھی ذریعہ ہے، جب کہ نماز کے بارے میں ارشاد ربانی ہے "ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر" بے شک نماز روکتی ہے بے حیائی اور بری بات سے۔(ترجمہ حضرت شیخ الہند)

نماز کا برائیوں سے روکنا دو معنی میں ہوسکتا ہے:

۱- بطریق سبب یعنی نماز میں اللہ تعالیٰ نے خاصیت وتاثیر یہ رکھی ہے کہ نمازی کو گناہوں اور برائیوں سے روک دے جیسے کسی دوا کا استعمال کرنا بخار وغیرہ امراض کو روک دیتا ہے اس صورت میں یادرکھنا چاہئے کہ دوا کے لیے ضروری نہیں کہ اس کی ایک ہی خوراک بیماری کو روکنے کے لیے کافی ہوجائے بعض دوائیں خاص مقدار میں مدت تک التزام کے ساتھ کھائی جاتی ہے، اس وقت ان کا نمایاں اثر ظاہر ہوتا ہے، بشرطیکہ مریض کسی ایسی چیز کا استعمال نہ کرے جو اس دوا کی خاصیت کے منافی ہو پس نماز بھی بلاشبہ بڑی قوی التاثیر دوا ہے جو روحانی بیماریوں کو روکنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔

۲- دوسرے معنی یہ ہوسکتے ہیں کہ نماز کا برائیوں سے روکنا بطور اقتضاء ہو یعنی نماز کی ہر ایک ہیئت اور اس کا ہر ایک ذکر مقتضی ہے کہ جو انسان ابھی ابھی بارگاہ الٰہی میں اپنی بندگی فرمانبرداری اور حق تعالیٰ کی ربوبیت الوہیت اور حکومت وشہنشائی کا اظہار واقرار کرکے آیا ہے، مسجد سے باہر آ کر بھی بدعہدی اور شرارت نہ کرے اور اس شہنشاہ مطلق کے احکام سے منحرف نہ ہو، گویا نماز کی ہر ادا مصلی کو پانچ وقت حکم دیتی ہے کہ اے بندگی اور غلامی کا دعویٰ کرنے والے! واقعی بندوں اور غلاموں کی طرح اور بزبان حال مطالبہ کرتی ہے کہ بے حیائی اور شرارت وسرکشی سے باز آ جا۔

چوتھی نصیحت لقمانی:

"وامربالمعروف ونهى عن المنکر" اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور برے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اس پر صبر کیا کر، یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔(ترجمہ حضرت تھانویؒ)

چونکہ اسلام ایک اجتماعی دین ہے، فرد کی اصلاح کے ساتھ جماعت کی اصلاح اس کے نظام کا اہم جز ہے، اس لیے نماز جیسے اہم فریضہ کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ذکر فرمایا گیا کہ لوگوں کو نیک کاموں کی دعوت دو اور برے کاموں سے روکو، پھر ارشاد فرمایا "اور تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اس پر صبر کیا کر، یعنی دنیا میں جو سختیاں پیش آئیں جن کا پیش آنا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلہ میں اغلب ہے ان کو تحمل اور اولوالعزمی سے برداشت کر، شدائد سے گھبرا کر ہمت ہار دینا حوصلہ مند بہادروں کا کام نہیں"۔

پانچویں نصیحت لقمانی:

ولاتصعر خدك للناس اور لوگوں سے اپنا رخ مت پھیر اور زمین پر اترا کر مت چل، بے شک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے، فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے اور اپنی رفتار میں اعتدال اختیار کر اور اپنی آواز کو پست کر بے شک آوازوں میں سب سے بری آواز گدھوں کی آواز ہے۔(ترجمہ حضرت تھانوی)

مطلب یہ ہے کہ لوگوں کی ملاقات اور گفتگو میں ان سے منہ پھیر کر گفتگو نہ کرو جو ان سے اعراض کرنے اور تکبر کرنے کی علامت ہے اور اخلاق شریفانہ کے خلاف ہے "واقصدفی مشيك"، یعنی اپنی چال میں میانہ روی اختیار کرو نہ بہت بھاگ دوڑ کر چلو کہ یہ وقار کے خلاف ہے، حدیث میں ہے کہ چلنے میں بہت جلدی کرنا مومن کی رونق ضائع کردیتا ہے(جامع صغیر عن ابی ہریرہ) اور اس طرح چلنے میں خود اپنے کو

یا کسی دوسرے کو تکلیف بھی پہنچنے کا خطرہ رہتا ہے اور نہ بہت آہستہ آہستہ چلو، یہ تو ان تکبر کرنے والوں کی عادت ہے جو لوگوں پر اپنا امتیاز جتانا چاہتے ہیں، یا عورتوں کی عادت ہے جو شرم وحیاء کی وجہ سے تیز نہیں چلتیں، یا بیماروں کی عادت ہے جو اس پر مجبور ہیں، پہلی صورت حرام اور دوسری بھی اگر عورتوں کی مشابہت پیدا کرنے کے قصد سے ہو تو ناجائز ہے اور یہ قصد نہ ہو تو پھر مردوں کے لیے ایک طبیب ہے اور تیسری صورت میں اللہ کی ناشکری ہے کہ تندرستی کے باوجود بیماروں کی ہیئت بنائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صحابہ کرام کو یہود کی طرح دوڑنے سے منع کیا جاتا تھا اور نصاری کی طرح بہت آہستہ چلنے سے بھی، حکم یہ تھا کہ ان دونوں چالوں کی درمیانی چال اختیار کرو۔

"واغضض من صوتك" اور آواز کو پست کرو، مراد پست کرنے سے یہ ہے کہ ضرورت سے زیادہ بلند آواز نہ نکالو اور شور نہ کرو، اس کے بعد فرمایا "ان انکر الاصوات لصوت الحمیر" یعنی چوپاؤں میں سب سے زیادہ مکروہ آواز گدھے کی ہے جو بہت شور کرتا ہے، یہاں آداب معاشرت میں چار چیزیں ذکر کی گئی ہیں، اول لوگوں سے گفتگو اور ملاقات میں متکبرانہ انداز سے رخ پھیر کر بات کرنے کی ممانعت، دوسرے زمین پر اترا کر چلنے کی ممانعت، تیسرے درمیانی چال چلنے کی ہدایت، چوتھے بہت زور سے شور مچا کر بولنے کی ممانعت، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عادات وشمائل میں یہ سب چیزیں جمع تھیں شمائل ترمذی میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کے ساتھ بیٹھتے تھے تو آپس میں آپ کا کیا طرز ہوتا تھا، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ خوش وخرم معلوم ہوتے تھے، آپ کے اخلاق میں نرمی اور برتاؤ میں سہولت مندی تھی، آپ کی طبیعت سخت نہ تھی، آپ نہ شور مچانیوالے تھے نہ فحش گو تھے، نہ کسی کو عیب لگاتے تھے، نہ بخل کرتے تھے، جو چیز دل کو نہ بھائی اس کی جانب سے غفلت برتتے تھے، مگر دوسرے کو اس کی طرف سے ناامید بھی نہ کرتے تھے (اگر حلال ہو اور اس کی رغبت ہو) اور جو چیز اپنی مرغوب نہ ہو دوسرے کے حق میں اس کی کاٹ نہ کرتے تھے (بلکہ خاموشی اختیار فرماتے تھے) تین چیزیں آپ نے بالکل چھوڑ رکھی تھیں:

(۱) جھگڑنا

(۲) تکبر کرنا

(۳) جو چیز کام کی نہ ہو اس میں مشغول ہونا۔

قرآن کریم میں ان ہی پانچ نصیحتوں کا ذکر ہے، ان کے علاوہ حضرت لقمان کی حکمت ودانائی کی بے شمار باتیں کتابوں میں مذکور ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

(۱) بیٹا دنیا ایک گہرا سمندر ہے، جس میں بہت سے لوگ غرق ہو چکے ہیں، تجھے چاہئے کہ تو دنیا کے اس سمندر میں اپنی کشتی تقوی کو بنالے جس کا بھراؤ ایمان ہو جس کا بادبان توکل علی اللہ ہو ممکن ہے اس صورت میں اس سے بچ جائے ورنہ نجات نہیں ہو سکتی۔

(۲) جس کا نفس ہی اس کا واعظ ہو اس کی اللہ تعالی کی طرف سے حفاظت ہوتی ہے جو خود اپنے بارے میں لوگوں سے انصاف کرتا ہے، اللہ تعالی اس کی عزت میں اضافہ فرمادیتے ہیں، اللہ تعالی کی فرمانبرداری کی وجہ سے ذلیل ہو جانا انسان کو اللہ کے قریب کر دیتا ہے بہ نسبت نافرمانی کرنے کی وجہ سے عزت حاصل ہونے کے (کہ وہ اللہ سے دور کر دیتی ہے)۔

(۳) والد کا اپنے بچے کو (اس کی تربیت کے لیے) مارنا ایسے ہی ہے جیسے کھیتی میں کھاد ڈالنا۔

(۴) بیٹا قرضہ لینے سے بچ کیونکہ قرضہ دن کی ذلت اور رات کی فکر کا باعث ہے۔

(۵) بیٹا اللہ تعالی سے اتنی امید باندھ کہ وہ تجھے اس کی نافرمانی پر جرأت نہ کرے اور اس سے اتنا ڈر کہ وہ تجھے اس کی رحمت سے مایوس نہ

کر دے۔

(۶) جو جھوٹ بولتا ہے اس کے چہرہ کی رونق چلی جاتی ہے، جس کے اخلاق برے ہوتے ہیں اسے غم بہت زیادہ لاحق ہوتا ہے، چٹانوں کو ان کی جگہ سے منتقل کرنا زیادہ آسان ہے بہ نسبت ناسمجھ کو سمجھانے کے۔

(۷) بیٹا میں نے چٹان، لوہا اور بھاری سے بھاری چیز کا بوجھ اٹھالیا لیکن مجھے کسی چیز کا بوجھ اتنا بھاری نہیں لگا جتنا کہ برے پڑوسی کا، میں نے کڑوی سے کڑوی چیز چکھی ہے مگر محتاجی جیسی کڑوی چیز کوئی نہیں چکھی، بیٹا کسی جاہل کو اپنا قاصد نہ بنا اگر تجھے کوئی دانا نہ ملے تو اپنا قاصد خود بن جا، بیٹا جھوٹ سے بچ؛ کیونکہ یہ چڑیا کے گوشت کے مانند مرغوب تو بہت ہے؛ لیکن جلد ہی اپنے کھانے والے کو (گرمی کی وجہ سے) ابال ڈالتا ہے، بیٹا جنازوں میں شرکت کیا کرو، شادیوں میں نہ جایا کرو، کیونکہ جنازے تجھے آخرت یاد دلائیں گے اور شادیاں دنیا کی رغبت دلائیں گی، بیٹا پیٹ بھرے پر نہ کھا تیرا (اس وقت) روٹی کتے کو ڈالدینا اس کھانے سے بہتر ہے، بیٹا اتنا میٹھا بھی نہ بن جا کہ نگل لیا جائے اور اتنا کڑوا بھی نہ بن کہ پھینک دیا جائے۔

(۸) تیرا کھانا پرہیز گار لوگ کھائیں اور اپنے ہر معاملہ میں علماء سے مشورہ کرتا رہے۔

(۹) بیٹا تیری گفتگو اچھی ہو اور تیرا چہرہ کشادہ ہو تو لوگوں میں اس شخص سے زیادہ محبوب (پسندیدہ) ہوگا جو لوگوں کو عطا بخشش کرتا ہے۔

(۱۰) بیٹا ان باتوں کے کرنے سے رک جا جو تیرے منہ سے نکلتی ہیں کیونکہ جب تک تو چپ رہے گا سلامت رہے گا، البتہ ایسی بات کر جس سے تجھے کوئی فائدہ حاصل ہو۔ (روح المعانی جلد نمبر ۷)

لقمان حکیم کے عبرت انگیز وحکمت آمیز میں سے چند واقعات:

کڑوی ککڑی: حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ حضرت لقمان علیہ السلام تو سب کے نزدیک حکیم ہیں، مگر بعض کے نزدیک پیغمبر بھی ہیں، آپ نے ایک باغ میں نوکری کر لی، اس سے سبق لینا چاہئے کہ حلال پیشہ کو حقیر نہ سمجھنا چاہئے، ایک دن مالک باغ میں آیا اور ان سے ککڑیاں منگائیں اور اس کو تراش کر ایک ٹکڑا لقمان کو دیا وہ بے تکلف بکر بکر کھاتے رہے، اس نے یہ دیکھ کر کہ یہ بڑے مزے سے کھا رہے ہیں یہ سمجھا کہ یہ ککڑی نہایت لذیذ ہے ایک قاش اپنے منہ میں رکھ لی تو وہ کڑوی زہر تھی، فوراً تھوک دی اور بہت منہ بنایا پھر کہا کہ اے لقمان! تم اس ککڑی کو بڑے مزے سے کھا رہے ہو، یہ تو کڑوی زہر ہے، کہا جی ہاں کڑوی تو ہے، کہا پھر تم نے کیوں نہیں کہا کہ یہ کڑوی ہے، کہا میں کیسے کہتا مجھے یہ خیال ہوا کہ جس ہاتھ سے ہزاروں دفعہ مٹھائی کھائی ہے اگر اس ہاتھ سے ساری عمر میں ایک دفعہ کڑوی چیز ملی تو اس کو کیا منہ پر لاؤں۔ (حضرت تھانوی کے پسندیدہ واقعات)

دل وزبان کی قدروقیمت:

ایک مرتبہ لقمان حکیم کے آقا نے لقمان سے کہا میرے لئے ایک بکری ذبح کرو اور اس کے دو بہترین اور نفیس گوشت کے ٹکڑے میرے پاس لاؤ، آپ نے بکری ذبح کی اور اس کے دل وزبان آقا کے پاس لے گئے، آقا نے کہا کہ کیا بکری میں ان دونوں ٹکڑوں سے بہتر ٹکڑا کوئی نہیں آپ چپ رہے، پھر آقا نے آپ سے کہا کہ دوسری بکری ذبح کرو اور اس کے جو بدترین اور خبیث ٹکڑے ہوں وہ لاؤ، آپ نے بکری ذبح کی اور پھر دل وزبان لے گئے آقا نے کہا اس کی کیا وجہ ہے کہ میں نے تم سے بکری کے ٹکڑے مانگے تو تم دل وزبان لائے اور جب بدترین مانگے تب بھی تم یہی دونوں لائے، آپ نے فرمایا کہ میرے آقا اگر دل وزبان اچھے رہے تو ان سے بہتر اس کا کوئی عضو نہیں ہوسکتا اور اگر یہ بگڑ جائیں تو ان سے بدتر کوئی عضو نہیں ہوسکتا۔ (الجامع الاحکام القرآن للامام قرطبی)

حضرت لقمان علیہ السلام کو دانائی ملنے کا سبب:

حضرت عمرو بن قیس فرماتے ہیں کہ حضرت لقمان ایک روز ایک

مجلس میں لوگوں کو حکمت ودانائی کی باتیں سنا رہے تھے، ایک شخص آیا اور کہنے لگا کیا تم وہی نہیں ہو جو میرے ساتھ فلاں جنگل میں بکریاں چرایا کرتے تھے، آپ نے فرمایا ہاں میں وہی ہوں، اس نے کہا پھر تم کو یہ مقام کیسے حاصل ہوا کہ مخلوق تمہاری تعظیم کرتی ہے، اور تمہارے کلمات حکمت سننے کے لیے دور دور سے جمع ہوتی ہے، آپ نے فرمایا اس کی وجہ میرے دو کام ہیں:

۱- ہمیشہ سچ بولنا۔

۲- فضول باتوں سے بچنا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ چند کام ایسے ہیں جنہوں نے مجھے اس مقام پر پہنچا دیا ہے، اگر وہ کام تم بھی کرلو تو تمہیں بھی یہی درجہ ومقام حاصل ہوجائے گا وہ کام یہ ہیں:

(۱) اپنی نگاہ کو پست رکھنا

(۲) زبان کو روکے رکھنا

(۳) رزق حلال کھانا

(۴) اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرنا

(۵) سچی بات کرنا

(۶) عہد پورا کرنا

(۷) مہمان کا اکرام کرنا

(۸) پڑوسی کی حفاظت کرنا

(۹) فضول باتوں اور فضول کاموں کو چھوڑ دینا۔ (ابن کثیر)

قارئین کرام! ان حقائق ونصائح میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حکمت ودانائی سے مشرف انسان اگر چہ نبی وپیغمبر نہ بھی ہو تب بھی خدا تعالی کے نزدیک اس کا مرتبہ عظیم الشان ہے، اس لیے حضرت لقمان کو یہ عزت ملی کہ خدائے بزرگ وبرتر نے قرآن کریم میں ان کی ثنا وتوصیف فرمائی اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان کی بعض نصائح اور وصایا کو قرآن پاک کا حصہ بنایا، اللہ تعالی ہمیں ان نصیحتوں سے فائدہ حاصل کرنے اور عمل کی توفیق دے۔

منبع رشد وہدایت ہے نقوش اسلام

نتیجہ فکر: مولانا قاری عبدالرؤف حیاتؔ بلندشہری
استاذ تجوید وقرأت دارالعلوم دیوبند

ماحی شرک وضلالت ہے نقوش اسلام
حامی دین وشریعت ہے نقوش اسلام
منبع رشد وہدایت ہے نقوش اسلام
دین وسنت کی اشاعت ہے نقوش اسلام
دعوت دین کی تعمیم کا یہ باعث ہے
دین اسلام کی دعوت ہے نقوش اسلام
اس کے مضمون ہیں قرآن وسنت کے امین
حافظ دین وسنت ہے نقوش اسلام
ظلمت جہل میں روشن ہے یہ دیں کی مشعل
ملت دیں کی حفاظت ہے نقوش اسلام
باہمی رافت والفت کا پیمبر ہے یہ
بھائی چارے کی علامت ہے نقوش اسلام
باہمی نفرت وٹکراؤ کا جو خوگر ہے
ایسے انساں کی خجالت ہے نقوش اسلام
دین اسلام کی ترویج کا یہ ضامن ہے
داعی کار نبوت ہے نقوش اسلام
ہے یہ مسعود کی دیرینہ تمنا کا چراغ
داعی حب واخوت ہے نقوش اسلام
اعلی معیار طباعت ہے مضامیں بھی ہیں خوب
مظہر حسن وبلاغت ہے نقوش اسلام
اے حیاتؔ اس سے اخوت کا چمن مہکے گا
رونق بزم محبت ہے نقوش اسلام

تبصرے

نئی کتابوں پر تبصرہ

مولانا مفتی رحمت اللہ نیپالی ندوی

نام کتاب: مکتوبات اکابر

تالیف: مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی

صفحات: ۱۴۸ر قیمت: ۳۰ر روپے

ناشر: دارالبحوث والنشر مظفر آباد سہارنپور

اس کے مؤلف میرے رفیق درس مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی ہیں، کتابی صورت میں آنے سے پہلے یہ مکتوبات ماہنامہ نقوش اسلام (جس کے وہ چیف ایڈیٹر ہیں) میں شائع ہو چکے ہیں، میں نے تمام مکتوبات پڑھے ہیں، یہ بیس ان اکابرین امت کے لکھے ہوئے خطوط کا مجموعہ ہے جن میں سے ۱۳ر اللہ کے حضور حاضر ہو چکے ہیں اور سات ابھی حیات ہیں، خدا انھیں مزید سلامتی دے اور عمر میں برکت بھی۔

مجھے خوب یاد ہے کہ مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب جب ہمارے ساتھ مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور رائے بریلی میں پڑھتے تھے تو ہفتہ میں جمعہ کا دن خطوط نویسی کے لیے متعین تھا، بلا مبالغہ وہ ۲۰ر یا ۲۵ر کی تعداد میں پوسٹ کارڈ لکھتے تھے اور جمعہ کی نماز کے لیے تکیہ کلاں جاتے ہوئے ڈاک کے حوالہ کر دیتے تھے، ہم رفقاء درس اسے ایک لغو اور بے ہودہ کام سمجھتے تھے، لیکن اب ان کے مکتوبات کا یہ مجموعہ دیکھ کر اس کی قیمت کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اپنے اکابرین و بزرگان دین سے کتنا تعلق اور کیسی عقیدت و نیازمندی تھی۔

خط کی اہمیت وضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے مقدمہ نگار حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں:

''سماجی اور دینی تعلقات کی صورت میں ایک کو دوسرے سے ملاقات کرنے اور زندگی کے انفرادی یا دینی معاملات میں مشورہ کرنے اور مشورہ لینے کی ضرورت ہوتی ہے، یہ ایک انسانی اور اہم ضرورت ہے اس کے ذریعہ انسان انسان سے سیکھتا ہے اور پھر اس کی بنیاد پر اس کے اخلاق وکردار کی تشکیل میں مدد ملتی ہے، پڑھنے لکھنے والے معاشرہ میں اس ضرورت کو خط وکتابت کے ذریعہ بھی پورا کیا جاتا ہے''۔

بدقسمتی سے آج کل کے دور میں موبائل اور ٹیلیفون نے خطوط اور نظام ڈاک پر زبردست اثر ڈالا ہے، جس سے خطوط کا سلسلہ موقوف ہی نہیں بلکہ بڑی حد تک متروک ہوتا جا رہا ہے، اور نئی نسل مکتوبات کی شکل میں عملی ذخیرہ سے محروم ہوتی جا رہی ہے، مکتوبات جمع کرنا کوئی نئی چیز اور بدعت نہیں ہے بلکہ کار حسن اور امر محمود ہے، ہمیں اس کی مثال مکتوبات امام ربانی، مکتوبات شیخ شرف الدین یحیٰی منیری، مکتوبات علامہ سید سلیمان ندوی اور مکتوبات مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ کی شکل میں ملتی ہے ان میں یہ کتاب ایک قابل قدر اور قیمتی اضافہ ہے۔

مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ نے پیش لفظ میں تحریر فرمایا: ''اس مجموعہ میں جہاں علمی فوائد اور بے تکلف مراسلاتی ادب کی رعایت موجود ہے وہیں صاحب مجموعہ کے علمی وادبی ذوق اور اہل علم سے ان کے تعلقات اور جستجوئے حق وصواب کا پتہ بھی چلتا ہے''۔

اس مجموعہ کی ایک خوبی یہ ہے کہ مؤلف موصوف نے وضاحتی نوٹ اور شروع میں صاحب مکتوب کا مختصر تعارف پیش کر دیا ہے جس سے اس کی قیمت وافادیت دو چند ہو گئی ہے، اور یہ مجموعہ ایک تاریخی دستاویز بھی بن گیا ہے، جس سے مؤرخ چشم پوشی نہیں کر سکتا، میں آخر میں اس کے مؤلف کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ان اکابرین کو جہاں اپنی تحریروں میں زندہ کیا ہے وہیں وہ خود بھی زندہ جاوید بن گئے ہیں، اور یہ تحریریں خود منہ بولتی عظمت کی تصویر ہیں، اللہ تعالیٰ مؤلف سے مزید خدمات لے اور ان کی سعی مشکور فرمائے اور قارئین کو خوب سے خوب استفادہ کا موقع دے۔

نام کتاب: مقالات ومشاہدات

تالیف: مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی

صفحات: ۲۰۰ر قیمت: ۳۰ر روپے

ناشر: دارالبحوث والنشر مظفر آباد سہارنپور (یوپی)

اس کتاب کے دو حصے ہیں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے ایک حصہ ان مقالات کا جو مؤلف موصوف نے اپنے زمانۂ طالب علمی اور فراغت کے بعد تحریر کئے اور دوسرا

حصہ ان مشاہدات وتأثرات کا جو انہیں اپنے اسفار کے دوران حاصل ہوئے، اور ماہنامہ ''نقوش اسلام'' میں شائع ہوئے۔

مؤلف ہمارے رفیق درس ہیں اس لیے مجھے ان کی صلاحیتوں کا خوب اندازہ ہے اور مجھے بہت اچھی طرح یاد ہے کہ ان کے سامنے جب کوئی موضوع آتا تو فوراً کتابی خاکہ بنالیتے اور لکھنا شروع کردیتے اور بہت جلد کتاب تیار ہوجاتی، اسی لگن دھن اور محنت وکاوش کا نتیجہ ہے کہ زمانہ طالب علمی ہی میں ان کے قلم سے تقریباً ۱۵ ر کتابیں منظر عام پر آگئیں تھیں، جب تک مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ حیات رہے ان سے مقدمہ لکھواتے رہے، اوران کی وفات کے بعد ان کے جانشین مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ اوران کے برادر خورد نامور ادیب وصحافی جناب مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی اور موجودہ مہتمم دارالعلوم اور ''البعث الاسلامی'' جیسے مؤقر عربی ماہنامہ کے ایڈیٹر جناب مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی اور دیگر اکابرین واساتذہ سے مقدمے، پیش لفظ اور تقریظیں لکھواتے رہے، اوران سے سعادت مند شاگرد کی طرح وابستہ رہے۔

زیرنظر مجموعہ میں مؤلف موصوف نے وقت کے اہم تقاضوں اور زمانہ کی اہم ضروریات، اورافکار ورجحانات کے پیش نظر مضامین ومقالات لکھے ہیں جو تعداد میں ۲۷ رہیں، حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دیباچہ میں لکھتے ہیں: ''اس میں عام دینی معلومات کے مقالات بھی ہیں اور دعوتی مقاصد سے انہوں نے جو اسفار کئے ہوئے ہیں ان کے تجربات پر مشتمل حالات بھی ہیں اور مزید اس میں فقہ کے موضوع پر گراں قیمت تحقیقی مضمون بھی ہے''۔

انداز بیان عام فہم، طرز تحریر سلیس اور اسلوب نگارش رواں دواں ہے، فکر معتدل اور بات معقول ہے، پڑھتے جائیے اور بات ذہن ودماغ میں اترتی اور دل میں سماتی اوراثر کرتی جائے گی۔

پیش لفظ میں جناب مولانا واضح رشید صاحب ندوی نے مذکورہ باتوں کی تائید کرتے ہوئے بجا تحریر فرمایا: ''یہ مضامین آسان زبان میں ہیں، اوران کا دائرہ متنوع اور وسیع ہے، علمی بھی ہیں اور عام فہم اور عوامی دلچسپی کے بھی، اس لیے ہر طبقہ اور ہر سطح کا قاری ان مضامین سے فائدہ اٹھا سکتا ہے''۔

خدا مبارک کرے اور اس مفید سلسلہ کو جاری رکھے، ناچیز راقم السطور مؤلف کو مبارک باد پیش کرتا ہے اور اللہ سے دعا گو ہے کہ ان کی عمر، علم اور تحریر وتقریر سے امت کو فائدہ پہنچاتا رہے اور فیض جاری وساری رکھے۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

نقوش اسلام کی ڈاک

محترم جناب مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اپریل ۲۰۰۸ء کے شمارہ میں اپنے مضمون کی اشاعت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے معروف اہل قلم ڈاکٹر خلیل الدین شجاع الدین مہتمم ''حرم کلینک مکہ معظمہ'' کا ایک مضمون گذشتہ ماہ بغرض اشاعت روانہ کیا تھا، یقین ہے کہ آپ کے دست ہائے مبارک تک پہنچ گیا ہوگا۔

موسم حج بے حد قریب ہے، صدائے لبیک فضاؤں میں گونجنے کو بے قرار ہے، اس موقعہ کی مناسبت سے ایک تحریر ''استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے پر سخت انتباہ'' کے عنوان سے بھیجنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں، اعتماد ہے کہ آپ میرے اس خیال سے اتفاق فرمائیں گے کہ اس کے مطالعہ کے نتیجہ میں اہل ایمان چاہے ایک ہی کیوں نہ ہو، سفر حج کا عزم کرلیتا ہے تو آپ کے اور اس ناچیز کے نامۂ اعمال میں ایک بڑی نیکی کا اضافہ ہوگا۔ انشاء اللہ

خیر اندیش

سید اطہر اورنگ آبادی

اعظم کالونی، روشن گیٹ، اورنگ آباد (مہاراشٹر)

محترم جناب مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی

چیف ایڈیٹر نقوش اسلام مظفرآباد، سہارنپور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض یہ ہیکہ ماہ جولائی ۲۰۰۸ء کا شمارہ نقوش اسلام نظر نواز ہوا، دل کو بڑی مسرت ہوئی، یقیناً آپ کی محنت اور جانفشانی نمایاں ہی نہیں بلکہ ممتاز بھی ہے، آپ کی یہ محنت امت کے لیے بہترین سوغات بھی ہے اور نیک نذرانہ بھی، نقوش اسلام تنہائیوں کا رفیق بھی، غمگسار بھی اور خلوتوں میں بہترین کمک بھی ہے اور عمدہ سرمایہ بھی۔

رسالہ کا ہر ہر مضمون اپنے اندر ایک کشش اور جاذبیت رکھے ہوئے ہے جس کو پڑھ کر طبیعت میں نشاط پیدا ہوا، خاص طور پر ''مسلمان بہنوں سے دردمندانہ خطاب'' پڑھ کی امت کی بیٹیوں کی طرف سے ایک درد اور تڑپ پیدا ہوئی، یہ رسالہ ملت اسلامیہ کا بہترین ترجمان ہے، خدا کرے اس رسالہ کو عمر نوح عطا ہو اوراس کے کارکنان حضرات کے دلوں میں خلوص کے ساتھ کام کرنے کا حوصلہ اور جذبہ پیدا ہو عطا فرمائے،

محمد دلشاد مظاہری

مہتمم مدرسہ اسلامیہ حسینیہ حیات العلوم

میرپور گندیوڑ، بہٹ، ضلع سہارنپور (یوپی)

حالات حاضرہ

عالمی خبریں News World

حافظ عبدالستار عزیزی

نیوکلیائی ہتھیاروں کو تلف کرنے کی اپیل

پاکستان - اقوام متحدہ کے سکریٹری بان کی مون نے نیوکلیائی طاقتوں سے نیوکلیائی ہتھیاروں کی تیاری پر پابندی عائد کرنے اور بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کو تلف کرنے کے لیے ضروری قدم اٹھانے کی درخواست کی ہے، مسٹر بان نے ایک کانفرنس میں مزید یہ کہا کہ ایٹمی ہتھیار بڑے پیمانے پر تباہی پھیلاتے ہیں، اگر صورت حال یہی رہی تو کسی وقت بھی کوئی بڑا حادثہ ہوسکتا ہے۔

مرکز میں ایک عالم دین کی حاضری

۲۹/اکتوبر کو مدرسہ اصلاح المسلمین تیندوا رائے بریلی کے استاذ اور ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے چیف ایڈیٹر مولانا مفتی مسعود عزیزی صاحب کے رفیق درس مولانا رحمت اللہ نیپالی مرکز احیاء الفکر الاسلامی میں حاضر ہوئے اور اپنے رفیق درس سے مل کر اور ان کے کاموں کو دیکھ کر خوش ہوئے اور ان کو مبارکبادی پیش کی، بعد نماز فجر یہاں کے بچوں کو نصیحت کی اور فرمایا کہ بندہ یہاں آنے کے لیے دو تین سال سے پروگرام بنا رہا تھا لیکن مدرسہ کی مشغولیات کی وجہ سے اتنی دیر ہوگئی۔

مزید مولانا نے بچوں کو علم کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ بچوں جب تک تم مدرسہ میں رہو مدرسہ کی قدر کرو، یہاں کے اساتذہ کرام اور ذمہ داران کی قدر کرو، کسی کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہچاؤ، ورنہ تمہارا یہ پڑھنا کچھ فائدہ نہ دے گا، نیز انہوں نے فرمایا کہ علم کے حاصل کرنے میں محنت اور جدوجہد سے کام لو، اور فرمایا کہ جب تک آپ لوگ علم کو اپنا سب کچھ نہ سونپ دوگے تب تک علم آپ کو اپنا ذرا بھی حصہ نہیں دے گا، آپ کی مکمل خودسپردگی کے بعد پانی کے ایک قطرہ کے مانند کچھ دے گا اور پھر فرمایا کہ ہمارے اکابرین واسلاف نے اسی طرح محنت کی تب جا کر ان کا نام روشن ہوا۔

مرکز میں انعامات کی تقسیم

۲۲/اگست ۲۰۰۸ء کو مولانا ابوالحسن علی ندوی اکیڈمی بھٹکل کرناٹک کے تحت اوپن اسلامک کورس کے امتحانات میں مرکز کے دونوں اداروں جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات اور جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ میں ۹۴/بچوں میں سے پوزیشن لانے والے ۱۲/بچوں کو انعامات دیئے گئے، جن میں سے اول پوزیشن کے مستحق محمد قمر الزماں سمستی پوری اور عائشہ عرفان علی پورہ، دوسری پوزیشن کے مستحق محمد شاہ رخ، صائمہ پروین، شاکرہ بانو، راشدہ خاتون، تیسری پوزیشن کے مستحق شبنم خاتون، شب نور ساجد، تبسم جہاں، عظیمہ خاتون، عائشہ خاتون، محمد صادق ہوئے۔

پہلی پوزیشن کے مستحق کو پیور گولڈ اور دوم پوزیشن والوں کو گولڈ میڈل اور سوم پوزیشن کے مستحق شرکاء کو سلور میڈل جیسے انعامات سے نوازا گیا ہے، ان بچے اور بچیوں کو انعامات مولانا عبدالمتین مظاہری کے بدست تقسیم کئے گئے۔

نقوش اسلام کی خصوصی اشاعت

سفر حج اور ان کا ممکن حل کے عنوان سے نقوش اسلام کی خصوصی اشاعت ستمبر اور اکتوبر کے مشترکہ شمارے کی شکل میں منظر عام پر آئی جو ہندوستان کی مختلف زبانوں اردو، بنگالی اور گجراتی میں ۶/ہزار کی تعداد میں شائع کی گئی اور بہار، بنگال، گجرات، مہاراشٹر، ہریانہ، پنجاب اور یوپی وغیرہ مختلف صوبوں میں حجاج کرام کو مفت بھیجی گئی ہے، اس نمبر کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مناسک حج وعمرہ کے ساتھ مقامات حج کے نقشے، راستوں کی ضروری معلومات اور عام تجربات بھی شامل ہیں، اس کتاب کو پڑھنے سے حاجی کو کچھ نہ کچھ اجنبیت کم محسوس ہوگی، انشاء اللہ

وفیات

❁ نقوش اسلام کے مدیر معاون ڈاکٹر مرغوب عالم صاحب عزیزی کی بیٹی عائشہ عزیزی کا ۳/نومبر ۲۰۰۸ء بروز پیر کو تقریباً ۲/بجے انتقال ہوگیا ہے، جن کی نماز جنازہ مولانا ریاض احمد صاحب نے پڑھائی اور ان کی تدفین شام پونے پانچ بجے عمل میں آئی۔

اللہ ان کو والدین کے لئے توشۂ آخرت بنائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کو نعم البدل عطا فرمائے۔

❁❁❁❁❁